جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان

ماہنامہ

ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ/جولائی ۲۰۱۹ء

جامع مسجد سلطان قابوس، اومان
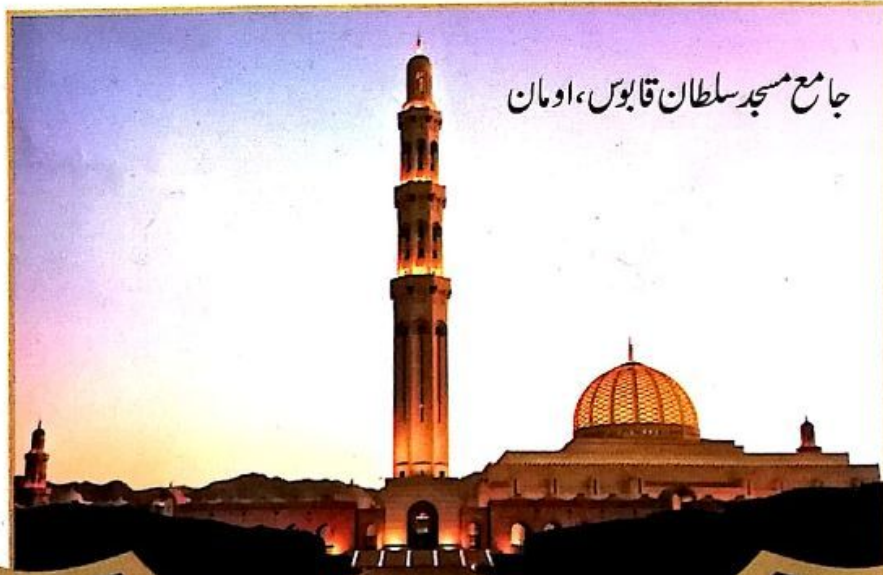
بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

جلد ۵۴

شمارہ ۱۱

ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ / جولائی ۲۰۱۹ء

ترتیب

ذکر و فکر

آسان ترجمۂ قرآن

مقالات و مضامین

آپ کا سوال

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

نقد وتبصرہ

فی شمارہ ....۳۵/- روپے

سالانہ زرتعاون ....۴۰۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری ....۵۵۰/- روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک...............۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات...................۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش...............۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 021-35123222
021-35123434

بینک اکاونٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
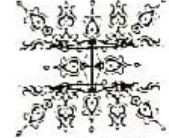
Email Address:

monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:۔ محمد تقی عثمانی

پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی

دینی مدارس کا سالِ نو!

اساتذہ، طلبہ اور منتظمین کے لئے لمحۂ فکریہ

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

تقریباً دو ماہ کی تعطیلات کے بعد دس پندرہ شوال سے دینی مدارس میں طلبہ اور اساتذہ کی چہل پہل شروع ہوگئی ہے، علوم دین کے حصول کے لئے ملک کے چپے چپے میں رجوع کرنے والے تشنگان علم ومعرفت کی رونق ہے اور بحمداللہ صرف طلبہ ہی نہیں طالبات بھی اس غرض کے لئے لگن اور وفورِ شوق سے سرشار ہیں، اس ملک میں شہر شہر اور قریہ قریہ، سال بسال نئے نئے مدرسے قائم ہورہے ہیں جبکہ پہلے سے قائم شدہ مدارس بھی تعمیر وتعلیم کی مختلف جہتوں میں روبترقی ہیں اور اللہ کے فضل وکرم سے اس میدان میں ہر طرف وسعت پذیری کا رجحان نظر آتا ہے۔ وطن عزیز کے طول وعرض میں حفظ قرآن کا شوق بھی بحمداللہ روز افزوں ہے، ہر علاقے میں چھوٹے چھوٹے مکاتب کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے ادارے بھی قائم ہورہے ہیں اور ان اقامتی وغیر اقامتی درسگاہوں کی طرف معاشرے کا متمول طبقہ بھی راغب نظر آتا ہے، پورے درس نظامی کی تکمیل کرنے والے (مرد وخواتین) اہل علم کی تعداد میں بھی اضافہ حیرت انگیز ہے۔ اس سال محتاط اندازے کے مطابق اسی ہزار

سے زیادہ بچے اور بچیاں تکمیل حفظ قرآن کے امتحان میں شریک تھے، جبکہ ناظرہ قرآن کی تکمیل کرنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، یہ حوصلہ افزا اور دل خوش کن صورتحال مولائے کریم کی خاص عنایت اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے عظیم نعمت خداوندی ہے، اس لئے کہ ظاہری حالات، ملکی سطح پر بھی اور عالمی تناظر میں بھی نہایت درجہ معاندانہ ہیں۔

ملکی سطح پر صورتحال یہ ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں ماضی کی ہر حکومت کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اسلامی تعلیمات کے تحفظ اور فروغ کا مؤثر اور ہمہ گیر انتظام کرتی، مگر یہ اہم فریضہ کسی بھی حکومت نے انجام نہیں دیا، چنانچہ اس مقصد کے لئے قیام پاکستان کے بعد ہی علماء نے مدارس کی بنیاد رکھی، لیکن ہر حکومت ان مدارس اور ان سے وابستہ رجال کی حوصلہ شکنی کرتی رہی، جگہ جگہ ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا، ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں اور ان پر دباؤ ڈالنے کے مختلف حربے آزمائے گئے، ذرائع ابلاغ میں بعض وہ قلم کار جن کے افکار صیہونی سرمایہ کے غلام ہیں اور جن کے قلم بے ضمیری کے جراثیم سے آلودہ ہیں وہ بھی آئے دن ان مدارس اور ان سے وابستہ طلبہ وکارکنان کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، خاص طور پر انگریزی اخبارات کے صفحات ان مدارس کے خلاف بیہودہ تحریروں سے سیاہ نظر آتے ہیں، دوسری طرف عالمی سطح پر امریکہ اور اس کے زیر اثر ممالک کا ان مدارس کے خلاف جو طرز عمل ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، ان کو نقصان پہنچانا، ان پر قدغن لگانا، ان میں مداخلت کرنا، ان کی افادیت کو محدود اور مجروح کرنا، ان پر بیہودہ الزامات لگانا یہاں تک کہ مختلف حیلے بہانوں سے ان کو بند کرانا اور مٹا دینا بیرونی طاقتوں کے طے شدہ منصوبے ہیں، ان ناپاک منصوبوں پر بعض ممالک میں کامیابی سے عمل کیا گیا اور ایک عرصے سے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی ہے کہ اس مقصد کے لئے یہ طاقتیں مقامی حکومتوں کو آلۂ کار بناتی ہیں۔

خلافت عثمانیہ کو تخت وتاراج کرنے کے بعد دشمنان اسلام چار آنکھوں سے مسلمانوں پر نظریں جمائے ہوئے ہیں پوری گہرائی اور چاروں طرف سے مسلمانوں کی طاقت واجتماعیت کا جائزہ لیتے رہتے ہیں، ان کو مسلمانوں کی اجتماعی قوت کسی قیمت پر گوارا نہیں ہے، خوفناک سازشوں ہی کے نتیجے میں مسلم علاقے ـــــ پچاس پچپن تک الگ الگ ریاستوں میں لسانی اور نسلی تعصبات کی آگ بھڑکا کر ـــــ بانٹ دیئے گئے ہیں تاکہ ہر ایک پر نظر رکھنا اور ان کو طرح طرح کے اندرونی وبیرونی مسائل میں الجھائے رکھنا آسان رہے، اسی

طرح کے معاندانہ اقدامات کی وجہ سے ہر جگہ مغرب کی من پسند بیوروکریسی اور ارباب اقتدار نے مسلم عوام کو ان کی خواہشات واحساسات اور دینی واخلاقی اقدار کے علی الرغم اجنبی معاشرت، کافرانہ تہذیب وتمدن اور غیر اسلامی قوانین کی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ چنانچہ بہت سے وہ علاقے جہاں علمی رسوخ رکھنے والے علماء باقی نہیں رہے نہ وہاں مستند دینی ادارے قائم ہیں، وہاں کی مسلم آبادی اپنے دینی تشخص سے محروم ہوتی جارہی ہے، اور اسلام سے ان کی وابستگی اب عملی وابستگی نہیں رہی بلکہ تدفین اور دیگر چند مواقع سے متعلق رسومات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، ہر جگہ اس کی بھرپور کوشش ہے کہ مسلم نوجوان میں دینی تعلیمات کی کوئی جھلک نظر نہ آئے اور وہ لادینی فکر وعمل ہی کی فضاء میں پروان چڑھے، جن اسلامی ممالک میں اللہ کے فضل وکرم سے ابھی تک اسلام سے عوام کی وابستگی نمایاں ہے، ایسے ممالک بطور خاص قہر آلود نگاہوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

لیکن ان تمام تر مکروہ کوششوں اور سازشوں کے باوجود ہر جگہ اللہ کے فضل وکرم سے ان سازشوں کا مقابلہ جاری ہے اور نصرت خداوندی کے حیرت انگیز مناظر نظر آتے ہیں، غیر مسلم ممالک میں بھی اسلام کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے، عالمی سطح پر مسلمانوں میں اپنے دین وایمان کے تحفظ کا احساس زیادہ اجاگر ہوا ہے، دینی مدارس اور تبلیغی قافلوں کی کارکردگی میں بھی اضافہ روز افزوں ہے اور کافرانہ یلغار کی مقاومت کا جذبہ پہلے کی نسبت زیادہ پرجوش اور سرگرم نظر آتا ہے، لیکن یہ سب نصرت خداوندی کی صورتیں ہیں، جہاں تک عالمگیر خطرات کا تعلق ہے ان کی شدت بھی برابر بڑھتی جارہی ہے اور امت کے ارباب بصیرت اور اصحاب مدارس کے لئے یہ دور بڑے امتحان وابتلاء کا دور ہے۔

ان عالمگیر خطرات سے آنکھیں بند کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا، آج اگر کسی علاقے میں ان مدارس پر حکومتی دباؤ میں کچھ کمی واقع ہوئی ہے تو اس کو بدخواہوں کی شکست سمجھنا خوش فہمی کی بات ہوگی، دشمنان اسلام ان مدارس کو عسکری مورچوں اور فوجی چھاؤنیوں کی طرح خطرناک سمجھتے ہیں، ہمارے اس ملک کی تاریخ میں اب تک ان مدارس کے خلاف جو آوازیں اُٹھتی رہی ہیں یا جو اقدامات ہوتے رہے ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شدت میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوا ہے، اس وقت روئے زمین پر نہ تو باقاعدہ اسلامی ریاست قائم ہے اور نہ اسلام کے عدل عمرانی اور حاکمیت اعلیٰ کے قیام کے لئے ــــ بظاہر حالات ــــ فضا سازگار ہے اس لئے ان دینی مراکز کے ذمہ داران اور ان میں مصروف عمل اساتذہ وطلبہ کی شرعی مسؤلیت نہایت درجہ بڑھ جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات اور دینی اقدار کے تحفظ کا اب یہی ایک مؤثر وسیلہ ہے۔ اس لئے اصحاب مدارس کو ہر وقت بہت

فکرمندی اور دقیقہ رسی کے ساتھ اپنے شب وروز کی کارکردگی کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، خود احتسابی اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ نافعیت پیدا کرنے کا اگر صحیح جذبہ اور مستقیم فکروعمل پیدا ہوجائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بال بیکا نہیں کرسکے گی، کہ وعدۂ خداوندی ہے وَاَمَّامَایَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِیْ الْاَرْضِ (۱۷:۱۳)۔لیکن اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں کہ بعض مدارس میں نظم ونسق اور تعلیم وتربیت کا معیار بہت ناقص ہے جو بلاشبہ طلبہ کی حق تلفی کا سبب ہے، اس بات کا جائزہ پوری احساسِ ذمہ داری اور فکرمندی سے لیا جانا چاہیئے کہ دورۂ حدیث تک پہنچتے پہنچتے پرائمری کے مرحلے یا تکمیل حفظ کے بعد گیارہ بارہ سال کا جو دورانیہ ہے کیا اس طویل جدوجہد کے بعد طالب علم میں مطلوبہ علمی وعملی استعداد پیدا ہوگئی ہے؟اور کیا اس طویل مدت کے بعد اس نے معاشرے کے دینی مطالبات کے لئے فعال کارکن کی اہلیت حاصل کرلی ہے؟ اور کیا اس کی شخصیت میں ایک مثالی مسلمان اور سنت وسیرت کا عمدہ نمونہ دیکھا جاسکتا ہے؟؟۔

کسی دینی مدرسہ کی کارکردگی کو محض امتحانات کے نتائج، طلبہ کی تعداد یا تعمیری رقبے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اسی معیار پر جانچنے کی ضرورت ہے، ہمارے اسلاف نے شرعی وعربی علوم وفنون میں رسوخ اور پختگی کے ساتھ یونانی منطق وفلسفے کو بھی حالات ہی کی بناء پر شامل نصاب کیا تھا اور برصغیر پر جب برطانوی استعمار کا تسلط ہوا اور یورپ کے مسیحی ادارے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے حرکت میں آگئے تو انہی حالات کی وجہ سے "بائبل" کو بھی شامل نصاب کیا گیا تھا تاکہ اس کی تحریفات اور تضادات سے آگاہی حاصل کرکے، مسلمانوں کو مرتد بنانے کے فتنے کا مقابلہ کیا جاسکے، اس وقت امت کو مختلف سمتوں میں ہر طرح کی یلغاروں کا سامنا ہے اور دور حاضر کے بہت سے میدانوں میں دینی رہنمائی کے لئے وسیع تر معلومات کی ضرورت ہے۔آج کی دنیا میں معیشت، سیاست اور معاشرت کے بے شمار مسائل میں امت کو بڑے بڑے چیلنج درپیش ہیں اور پورے عالم اسلام کو ایسے متصلب اور ربانی علماء کی ضرورت ہے جو ان مسائل کو سمجھتے ہوں، تفقہ فی الدین اور رسوخ فی العلم کی صفات سے سرشار ہوں اور ان میدانوں میں امت کی مناسب راہنمائی کرسکیں۔

سال نو کے آغاز میں اصحاب مدارس کو اپنے نظام ونصاب میں ان حقائق کو پیش نظر رکھنا اور ان کے لئے امکانی طور پر سعی کرنا، وقت کا اہم تقاضا ہے جس کے لئے ہر چھوٹے بڑے ادارے کو مؤثر قدم اٹھانا چاہیے۔

نسئل الله السداد فی الامر وعزیمة الرشد والتوفیق لما یحبه ویرضاه .

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

...... رکوعاتھا ۲۰	سورۃ الانعام	...... اٰیاتھا ۱۶۵ ......

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾

بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے، اور وہی بے جان چیزوں کو جاندار چیزوں سے نکالنے والا ہے(۱)۔ لوگو! وہ ہے اللہ! پھر کوئی تمہیں بہکا کر کس اوندھی طرف لئے جا رہا ہے؟(۲) (۹۵) وہی ہے جس کے حکم سے صبح کو پو پھٹتی ہے، اور اُسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے، اور سورج اور چاند کو ایک حساب کا پابند! یہ سب کچھ اُس ذات کی منصوبہ بندی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، علم بھی کامل (۹۶)

---

(۱) بے جان سے جاندار کو نکالنے کی مثال یہ ہے کہ انڈے سے مرغی نکل آتی ہے، اور جاندار سے بے جان کے نکلنے کی مثال جیسے مرغی سے انڈا۔

(۲) اس ترجمے میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ بظاہر قرآنِ کریم میں "لوگو!" کا لفظ نظر نہیں آ رہا، لیکن درحقیقت یہ "ذلکم" میں جمع مخاطب کی ضمیر کا ترجمہ ہے۔ عربی کے قاعدے سے یہ جمع کی ضمیر مشار الیہ کی جمع نہیں ہوتی، بلکہ مخاطب کی جمع ہوتی ہے۔ دوسرے "کوئی تمہیں بہکا کر اوندھی طرف لئے جا رہا ہے" اس ترجمے میں "تُؤْفَكُوْنَ" کے صیغۂ مجہول کی رعایت کی گئی ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ ان کی خواہشات ہیں جو انہیں گمراہ کر رہی ہیں۔

وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ

اور اُسی نے تمہارے لئے ستارے بنائے ہیں، تاکہ تم اُن کے ذریعے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستے معلوم کرسکو۔ ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کرکے کھول دی ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو علم سے کام لیں (۹۷) وہی ہے جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر ہر شخص کا ایک مستقر ہے، اور ایک امانت رکھنے کی جگہ(۱)۔ ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کرکے کھول دی ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ سے کام لیں (۹۸) اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اُس کے ذریعے ہر قسم کی کونپلیں اُگائیں۔ ان (کونپلوں) سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم تہہ بر تہہ دانے نکالتے ہیں،

(۱) مستقر اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص باقاعدہ اپنا ٹھکانہ بنالے۔ اِس کے برعکس امانت رکھنے کی جگہ پر قیام عارضی قسم کا ہوتا ہے، اس لئے وہاں رہائش کا باقاعدہ انتظام نہیں کیا جاتا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت کی تفسیر مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے کہ مستقر سے مراد دُنیا ہے جہاں انسان باقاعدہ اپنی رہائش کا ٹھکانا بنالیتا ہے، اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد قبر ہے جس میں انسان کو مرنے کے بعد عارضی طور سے رکھا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اسے آخرت میں جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ البتہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان لفظوں کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ مستقر سے مراد ماں کا پیٹ ہے جس میں بچہ مہینوں ٹھہرا رہتا ہے، اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد باپ کی صلب ہے جس میں نطفہ عارضی طور سے رہتا ہے، پھر ماں کے رحم میں منتقل ہوجاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے برعکس مستقر شوہر کی صلب کو قرار دیا ہے، اور امانت رکھنے کی جگہ ماں کے رحم کو، کیونکہ بچہ وہاں عارضی طور پر رہتا ہے (روح المعانی)۔

وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے وہ گچھے نکلتے ہیں جو (پھل کے بوجھ سے) جھکے جاتے ہیں، اور ہم نے انگوروں کے باغ اُگائے، اور زیتون اور انار! جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔ (۱) جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے پھلوں اور اُن کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔ لوگو! اِن سب چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو اِیمان لائیں (۹۹) اور لوگوں نے جنّات کو اللہ کے ساتھ خدائی میں شریک قرار دے لیا، (۲) ۔۔۔۔ حالانکہ اللہ نے ہی اُن کو پیدا کیا ہے ۔۔۔۔ اور سمجھ بوجھ کے بغیر اُس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تراش لیں (۳)، حالانکہ اللہ کے بارے میں جو باتیں یہ بناتے ہیں، وہ اُن سب سے پاک اور بالا وبرتر ہے۔ (۱۰۰)

(۱) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بعض پھل دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں، اور بعض صورت اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتے ہیں۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جو پھل دیکھنے میں ملتے جلتے نظر آتے ہیں، ان کی خصوصیات ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔

(۲) جنات سے مراد شیطان ہیں، اور یہ اُن لوگوں کے باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ تمام مفید مخلوقات تو اللہ نے پیدا کی ہیں، مگر درندے، سانپ، بچھو اور دوسرے موذی جانور، بلکہ تمام بُری چیزیں شیطان نے پیدا کی ہیں، اور وہی اُن کا خالق ہے۔ ان لوگوں نے بظاہر ان بُری چیزوں کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے پرہیز کیا، لیکن اتنا نہ سمجھ سکے کہ شیطان خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اور وہ سب سے بُری مخلوق ہے۔ اگر بُری چیزیں شیطان کی پیدا کی ہوئی ہیں تو خود اُس بُری مخلوق کو کس نے پیدا کیا؟ اس کے علاوہ جو چیزیں ہمیں بُری نظر آتی ہیں، اُن کی تخلیق میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں، اور اُن کی تخلیق کو بُرا فعل نہیں کہا جاسکتا، بقول اقبال مرحوم:

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

(۳) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا تھا، اور عرب کے مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

قارئین البلاغ کی خدمت میں گذارش

البلاغ کے قارئین اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ یہ پرچہ الحمدللہ گذشتہ چوّن (۵۴) سال سے اپنی علمی ودینی حیثیت میں سرگرم عمل ہے۔کارکنانِ البلاغ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ رسالہ اپنی معنوی افادیت کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہو،عمدہ کاغذ،معیاری کتابت وطباعت اور جاذبِ نظر ٹائیٹل سے ان مساعی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

البلاغ کبھی بھی کاروباری نقطۂ نظر کا حامل نہیں رہا،اس لئے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انتہائی ضرورت کے بغیر قارئین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے لیکن پچھلے دوتین سالوں سے ملک میں مہنگائی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے،اس نے ہر جگہ توازن کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا ہے،کاغذ،طباعت اور دیگر اخراجات میں اضافہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ان مشکلات سے البلاغ بھی متاثر ہے اور اس کے سالانہ بدل اشتراک میں اضافہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے،اس لئے ماہِ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ سے اندرونِ ملک قارئین کے سالانہ زرتعاون کی شرح میں معمولی اضافہ کیا جارہا ہے،اور آئندہ بدل اشتراک کی شرح حسب ذیل ہوگی:

فی شمارہ قیمت	40 روپے
سالانہ زرتعاون (بذریعہ عام ڈاک)	500 روپے
سالانہ زرتعاون (بذریعہ رجسٹری ڈاک)	650 روپے

قارئینِ ''البلاغ'' نے ماضی میں بھی مشکلات میں ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے اور امید ہے کہ یہ اضافہ بھی ان شاء اللہ بارِ خاطر نہ ہوگا۔

نوٹ: وہ قارئین جو سالانہ زرتعاون پیشگی جمع کراچکے ہیں ان کے سال کے اختتام تک سابقہ سالانہ زرتعاون ہی میں پرچہ جاری رہے گا،اور کوئی اضافی رقم وصول نہیں کی جائے گی،لیکن سالانہ زرتعاون کی تجدید پر رقم نئی شرح کے مطابق روانہ فرمائیں۔زرتعاون آن۔لائن بذریعہ میزان بینک لمیٹڈ اکاؤنٹ ٹائیٹل "البلاغ اردو" اکاؤنٹ نمبر 9928-0100569829 میں براہ راست جمع کرانے کی صورت میں بذریعہ ٹیلی فون دفتر البلاغ کو ضرور مطلع فرمائیں۔شکریہ

فون نمبر: 021-35123222,021-35123434

ای۔میل: monthlyalbalagh@gmail.com

ناظم ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی (کورنگی انڈسٹریل ایریا) کراچی۔پوسٹ کوڈ 75180

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
نائب رئیس ——— جامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(بیسویں قسط)

کورنگی ٹاؤن شپ کی تعمیر

یہ زمانہ وہ تھا کہ جنرل محمد ایوب صاحب مرحوم کا مارشل لاء نیا نیا لگا تھا، اور انہوں نے بہت سے انقلابی کام شروع کئے ہوئے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد مہاجرین کی مسلسل آمد کی وجہ سے ان کی آبادکاری کا مسئلہ ابھی تک پوری طرح حل نہیں ہوا تھا۔ مہاجرین کی اکثریت جھونپڑیاں ڈال کر ان میں رہ رہی تھی، اور بہت سے لوگ فٹ پاتھ پر سوتے تھے۔ ان کی آبادکاری کے لئے جنرل محمد ایوب خان صاحب نے کورنگی ٹاؤن شپ کا منصوبہ شروع کیا، اور جنرل محمد اعظم خان صاحب مرحوم کو اس کی تکمیل کا فریضہ سونپا، چنانچہ انہوں نے انتہائی برق رفتاری سے کورنگی کے وسیع علاقے میں مکانات کی تعمیر شروع کی، جس کی نگرانی وہ بذات خود موقع پر آکر کیا کرتے تھے، چنانچہ بہت مختصر عرصے میں چند سالوں میں دیکھتے ہی دیکھتے کورنگی روڈ سے لے کر ہمارے دارالعلوم کے سامنے تک ایک وسیع آبادی تیار ہوگئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں بھی رفتہ رفتہ شہری زندگی کی کچھ سہولیات حاصل ہوگئیں۔ پانی کی لائن کورنگی کالونی تک آئی تو ہمیں بھی اُس میں سے حصہ ملا، اور پائپ لائن دارالعلوم تک پہنچ گئی، جس کی وجہ سے شرافی گوٹھ سے پانی لانے کی زحمت باقی نہ رہی، اور دارالعلوم ہی میں ایک زیرِ زمین حوض تعمیر کر کے پانی کا ذخیرہ اُس میں جمع کیا جانے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ بجلی کی لائن بھی ہم تک پہنچ گئی، اور لالٹینوں اور ہنڈوں کے بجائے اب ہم براہ راست بجلی سے فیض یاب ہونے لگے۔

ہمارا قیام بدستور اسی چھوٹے سے مکان میں رہا جو حاجی کبیرالدین صاحب مرحوم نے بنا کر دارالعلوم کو دیا تھا۔ حضرت مولانا خورشید عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر والوں کو دیوبند سے لے آئے تھے، اور ایک الگ مکان میں منتقل ہوگئے تھے۔ اس لئے اب اس مکان کے دونوں کمرے ہم تین آدمیوں کے تصرف میں تھے۔ میں، بھائی صاحب اور حکیم مشرف حسین صاحب مرحوم۔ حکیم مشرف صاحب اگلے سال تعلیم سے فارغ ہوگئے، تو ہم اس گھر میں دو ہی رہ گئے۔ یہ گھر دارالعلوم کی دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ تھا، اُس کے دائیں

طرف ایک کچی سڑک گذرتی تھی جس پر کبھی کبھی اونٹ گاڑیوں کی آواز آجایا کرتی تھی۔ اُس کے بعد جنگل ہی جنگل تھا، گھر کے سامنے مغرب میں دور تک ریتیلا صحرا پھیلا پڑا تھا، بس جنوب مغرب میں قریب ترین عمارت درس گاہوں کی تھی جو رات کو سنسان ہوجاتی تھی، چنانچہ جب رات کا اندھیرا گہرا ہوتا، تو پورے ماحول پر ایک مہیب سا سناٹا چھا جاتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد بھائی صاحب کی شادی ہوگئی تو انہیں بار بار لاہور جانا پڑتا، اور اس طرح بکثرت مجھے تنہائی اور سناٹے کے اس ماحول میں تنہا بھی رہنا پڑتا تھا۔

شہر سے تعلقات

پڑھنے کے زمانے سے پڑھانے کے دور تک ہمارا اکثر قیام دارالعلوم ہی میں رہا، لیکن چونکہ والدین اور دو بھائی ہمارے لسبیلہ ہاؤس کے مکان میں مقیم تھے، اس لئے ہر جمعرات کو ہم گھر جایا کرتے تھے۔

میرا اس قسم کا کوئی باقاعدہ دوست نہیں تھا جیسے لڑکپن کے دور میں عام طور سے لوگوں کے بہت سے دوست بن جایا کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ کھیلوں اور تفریحات میں وقت گذرا کرتا ہے۔ لے دے کر حکیم مشرف حسین صاحب (مرحوم) تھے، جن کا میں پیچھے بار بار ذکر کر چکا ہوں، لیکن وہ بذات خود ایک باغ و بہار آدمی تھے جن کے بہت سے دوست تھے، اور ان کی چھٹی کے دن ان کے ساتھ گذرا کرتے تھے، اور میں چھٹی میں ان کی رفاقت سے محروم رہتا تھا۔ البتہ جناب محمد کلیم صاحب جن سے ہمارے برنس روڈ کے قیام کے زمانے میں دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے، وہ کبھی کبھی جمعہ کے دن ہمارے یہاں آجایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے ہوئے تھے، کلیم صاحب ان سے بیعت ہوگئے تھے، اور ان پر حضرتؒ کی تعلیمات کا ایک رنگ چڑھا ہوا تھا، چنانچہ وہ تشریف لاتے، تو اکثر حضرتؒ ہی کی باتیں کیا کرتے، اور میں ان سے خوب خوب استفادہ کیا کرتا۔

بعد میں کبھی کبھی حکیم مشرف حسین صاحب مرحوم بھی جمعہ کو عصر کے بعد ہمارے یہاں آنے لگے، اور پھر کافی عرصہ یہ معمول رہا کہ عصر کے بعد ہم تینوں کہیں سیر کے لئے چلے جاتے۔ اس زمانے میں شہر میں ہجوم کا وہ عالم نہیں تھا جو آج نظر آتا ہے، اس لئے ہماری سیر صدر کے علاقے میں کسی جگہ چائے پی کر فرئیر ہال یا ایوان صدر تک ہوا کرتی، اور کبھی کبھار کلفٹن کے ساحل پر بھی چلے جاتے تھے۔

اس سے زیادہ دوستیوں کا کوئی سلسلہ میری لڑکپن کی زندگی میں نہیں تھا، بلکہ جب میں اپنے دوسرے ہم

عمروں کو دیکھتا، تو کبھی کبھی مجھے تنہائی کا بھی احساس ہوتا تھا۔

جمعرات کی شام سے جمعہ کی شام یا ہفتے کی صبح تک کا وقت شہر میں گذرتا تھا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں بڑا اچھا کتب خانہ رکھا ہوا تھا۔ یہ وہ کتابیں تھیں جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کم آمدنی کے باوجود مختلف جگہوں سے خرید خرید کر جمع کی تھیں، اور تفسیر، حدیث اور فقہ کے علاوہ تاریخ اور شعر وادب، فلسفہ، اور سائنس کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ مجھے چونکہ کتابوں کا شوق تھا، اس لئے جمعرات کو گھر پہنچنے اور گھر والوں سے ملنے کے بعد میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کتب خانے سے رشتہ جوڑ لیتا تھا۔ ظاہر ہے کہ پورے کتب خانے کا مطالعہ تو ممکن نہیں تھا۔ لیکن میں ہر کتاب کو الٹ پلٹ کر اس کے نام، موضوع اور اُس کے مصنف کے بارے میں معلومات حاصل کرتا، اور فہرست پر نظر ڈال کر جس موضوع سے کچھ دلچسپی معلوم ہوتی، اُس کا مطالعہ بھی کر لیتا تھا۔ اسی طرح میں نے الحمد للہ رفتہ رفتہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی الماریوں میں سے ایک ایک کتاب کا تعارف حاصل کر لیا تھا، اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کونسی کتاب کہاں رکھی ہے۔ چنانچہ جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو وہ مجھ سے منگواتے، اور میں تلاش کئے بغیر فوراً لے آیا کرتا تھا۔ اس طریقے سے مجھے اس کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ جب کسی مسئلے کی تحقیق کی ضرورت ہو تو مجھے کونسی کتابوں سے مدد مل سکتی ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس برصغیر کے اہم رسالے اور ہفتہ وار اخبارات کثرت سے آیا کرتے تھے، اور ہر ہفتے میں تازہ آئے ہوئے اخبارات اور رسالوں پر ایک نظر ضرور ڈالتا تھا، اور ان سے یہ معلوم ہوتا رہتا تھا کہ برصغیر کے علمی حلقوں میں کونسے معاملات زیر بحث ہیں۔ اس کے علاوہ مجھے چونکہ مطالعے اور ادب وانشاء کا شوق تھا، اس لئے میں اپنے پڑھنے کے زمانے ہی سے معاصر علماء اور اہل قلم کی کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ اکابر علماء دیوبند کے علاوہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی ؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا شبلی نعمانی ؒ وغیرہ کی کتابوں سے میں مضامین سے زیادہ ادب وانشاء اور علمی باتوں کو عام فہم اور ادبی انداز میں بیان کرنے کا طریقہ خاص طور پر دیکھا کرتا تھا۔ دینی گھرانوں میں ناولوں کا مطالعہ اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا ،لیکن میں نے نسیم حجازی مرحوم کے تمام ناول بھی اس لئے پڑھے تھے کہ اگر عربی ادب سیکھنے کے لئے مقامات، متنبی اور سبعہ معلقہ پڑھے جاسکتے ہیں تو اردو ادب اور تاریخ کے لئے نسیم حجازی کے ناول ان سے بدرجہا غنیمت ہیں، اور ان سے ادب اردو کا ایک خاص ذوق حاصل ہوتا ہے، اور فی الجملہ دینی فکر کو بھی مدد ملتی ہے۔

اسی حوالے سے میں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ کی متعدد کتابیں بھی ذوق وشوق سے پڑھی تھیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے اپنے اساتذہ اور خاص طور پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت وتربیت حاصل تھی، اور فی الجملہ اسلامی علوم سے بھی کچھ نہ کچھ مناسبت پیدا ہوگئی تھی، اس لئے مولانا مودودیؒ کی کتابوں میں جو باتیں جمہور سے ہٹی ہوئی نظر آتیں، ان کا احساس بھی ہوجاتا تھا، اور ان سے اختلاف بھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ علمی مضامین کی تفہیم کے لئے ان کا اسلوب بیان مجھے مذکورہ بالا تمام مصنفین سے کہیں زیادہ مؤثر اور بلیغ معلوم ہوتا تھا۔ دوسری طرف انہوں نے مغربی افکار پر جس انداز سے تنقید کی ہے، وہ بھی مجھے بہت قابل تعریف معلوم ہوتی تھی، اور ساتھ ہی یہ حسرت بھی ہوتی تھی کہ کاش! مغرب کا اتنا مؤثر نقاد فقہی اور اعتقادی مسائل میں جمہور سے الگ راستہ اختیار نہ کرتا یا کم از کم اپنے اجتہادات کی تائید میں دوسرے اہل علم کے خلاف جارحانہ اسلوب اختیار نہ کرتا، تو امت ایک بڑے انتشار سے بچ جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی مغفرت سے نوازیں، انہوں نے جس تندی اور تیزی کا مظاہرہ مغربی افکار کے خلاف کیا، ادبیت کے جوش میں تقریباً اُتنی ہی تیزی روایتی علماء کے خلاف بھی استعمال کی، اور اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو حضرات دین کے معاملے میں انہی کے لٹریچر پر اکتفاء کرتے ہیں، (اور کم از کم اُس وقت جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے عام کارکنوں کی صورت حال کچھ ایسی ہی تھی) ان کے دلوں میں یہ تصور شعوری یا غیر شعوری طور پر جاگزین ہوجاتا ہے کہ دین کی جو فہم مولانا مودودیؒ نے پیش کی ہے، وہ کسی اور نے پیش نہیں کی، اور روایتی علماء نے دین کی جامعیت کو سمجھنے کے بجائے بزرگوں کی تقلید کے تحت اپنے آپ کو چند مسائل کے خول میں بند کر کے امت کی صحیح رہنمائی میں کوتاہی کی ہے، اور خاص طور پر اسلام کے سیاسی پہلو میں ان کا کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہے۔

بعض حضرات کے ذہن میں یہ تصور اس درجہ سما جاتا ہے کہ روایتی علماء اور طلبہ کے ساتھ ان کے رویے میں ان کی فی الجملہ تحقیر اور اپنی فکر پر غرور ادا ادا سے ٹپکتا محسوس ہوتا ہے۔ الحمد للہ بعد میں، خاص طور پر حضرت قاضی حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کے دور میں، اس رویے میں کافی بہتری پیدا ہوئی ہے، لیکن اُس وقت صورت حال کچھ ایسی ہی تھی۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں مشکوۃ یا دورۂ حدیث کی جماعت میں تھا تو اسلامی جمعیت طلبہ کی ایک ٹیم دارالعلوم دیکھنے کیلئے آئی۔ اُس وقت میرے ہاتھ میں ایک فائل تھی جس میں میں اپنے استاذ کی وہ تقریر لکھا

کرتا تھا جو وہ درس کے دوران ارشاد فرماتے تھے۔ اسلامی جمعیت طلبہ کی وہ ٹیم مجھے راستے میں ملی، اور اُس کے سربراہ نے (جن سے بعد میں میرے کسی قدر دوستانہ مراسم بھی ہوگئے تھے، پھر وہ لندن چلے گئے تھے،) میرے سلام کا جواب دینے کے بعد قدرے ٹیڑھی گردن کے ساتھ میری اُس فائل کے بارے میں مجھ سے پوچھا: "مولوی صاحب! یہ آپ کیا لئے ہوئے ہیں؟" میں نے عرض کیا: "یہ میرے استاذ کی تقریر ہے جو میں درس کے دوران لکھا کرتا ہوں۔" انہوں نے چھوٹتے ہی ایک طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا: "اس میں علم غیب کے بارے میں گفتگو ہے؟" اس میں یہ واضح طنز پنہاں تھا کہ آپ لوگ تو مدرسوں میں اسی قسم کے فرقہ وارانہ مسائل میں الجھے رہتے ہیں، دین کے اصل کام سے (جو درحقیقت ہم کررہے ہیں) آپ کا کیا واسطہ؟

میں نے اُن کے انداز گفتگو کے پیش نظر ان سے زیادہ بات کرنا مناسب نہ سمجھا، اور ایک مختصر سا جواب دے کر آگے روانہ ہوگیا۔ لیکن اس قسم کے متعدد واقعات میرے سامنے تھے کہ مولانا مودودی صاحبؒ سے ہٹ کر انہیں ہر دینی کام فرقہ واریت، تنگ نظری اور کوتاہ بینی کا مظہر نظر آتا تھا۔

لسبیلہ ہاؤس کا وہ علاقہ ہمارے وہاں آباد ہونے کے وقت نیا نیا آباد ہوا تھا۔ اس سے پہلے وہاں کچھ مزدوروں کی جھونپڑیاں تھیں۔ اس وقت انہی غریبوں نے ایک چھپر نما مسجد تعمیر کرلی تھی، اور اس کا نام "مسجد نعمان" رکھا تھا۔ اس کے امام صاحب بھی انہوں نے ہی منتخب کئے تھے جن کی قراءت ایسی تھی کہ ان کے پیچھے نماز کی صحت کا فیصلہ بڑے تأمل کے بعد ہی کیا گیا، اور بعض بدعات اس کے علاوہ تھیں، لیکن حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انفراداً نماز پڑھنے کے بجائے ان کے پیچھے پڑھنے کو گوارا فرمالیتے تھے۔ بعد میں انگلش بوٹ ہاؤس کے بانی جناب تاج صاحب مرحوم نے مسجد کے تمام اخراجات اپنے ذمے لے کر مسجد کو باقاعدہ تعمیر فرمایا، تو اُس وقت اُن امام صاحب کی مناسب خدمت کرکے ان کے بجائے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کو امامت پر مقرر کیا، جو آج تک ماشاء اللہ خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

لیکن مسجد کے آس پاس تیزی سے پڑھے لکھے لوگوں کے مکانات کا اضافہ ہوتا رہا۔ وہاں ایک دوکان کے مالک جناب مسعود صاحب مرحوم جماعت اسلامی کے بڑے فعال کارکن تھے، اور انہوں نے محلے کے نوجوانوں میں اسلامی جمعیت طلبہ کا کام پھیلانے میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔

جب مسجد نعمان میں اسلامی جمعیت طلبہ کے میرے ہم عمر نوجوان مجھے ملتے، تو میں ان سے کنارہ کرنے کے بجائے اُن سے خندہ پیشانی سے ملتا، اور ان کے اچھے کاموں میں تعاون بھی کرتا۔ رفتہ رفتہ ان کے دلوں

میں یہ احساس پیدا ہوا کہ یہ شخص ہم سے کوئی اجنبیت نہیں رکھتا، چنانچہ ان میں سے کچھ ساتھی مجھ سے بے تکلف بھی ہوگئے، اور کبھی کبھی مجھ سے نماز روزے وغیرہ کے بارے میں کوئی مسئلہ بھی پوچھ لیتے تھے، لیکن اس انداز سے کہ "ہم آپ سے پوچھ تو رہے ہیں، لیکن آپ قرآن وحدیث سے اس کی دلیل بھی بتائیں، کیونکہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو بس مولوی صاحب کی بات پر بھروسہ کرکے کوئی بات مان جائیں۔ ہمیں قرآن وسنت سے سمجھائیں"۔ یہ بات جمعیت کے ایک ایسے ساتھی نے کہی جن کا میرے پاس بکثرت آنا جانا ہوگیا تھا، اور بے تکلفی بھی ہوگئی تھی۔ میں نے اُن سے کہا کہ : "میرے بھائی! اگر میں آپ کے اس مطالبے پر کوئی آیت یا حدیث پڑھ دوں، تو کیا آپ سمجھ جائیں گے کہ اس آیت یا حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اور اُس سے وہ مسئلہ نکل رہا ہے یا نہیں؟" کہنے لگے : "نہیں، مگر آپ اس کا ترجمہ بھی تو بتائیں، اس سے ہماری سمجھ میں آجائے گا کہ دلیل صحیح ہے یا غلط؟" میں نے کہا کہ : "یہ آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے ترجمہ صحیح کیا ہے یا نہیں؟" کہنے لگے کہ "یہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ترجمہ غلط نہیں کریں گے" میں نے کہا کہ "ایک ہی عبارت کے بعض مرتبہ کئی ترجمے صحیح ہوسکتے ہیں، آپ کو کیا پتہ کہ میں نے کون سا ترجمہ کیا ہے؟ اور اگر بالفرض ترجمہ صحیح بھی ہو، تو آپ کے پاس یہ پتہ لگانے کا کیا راستہ ہے کہ اس آیت یا حدیث کے مخالف کوئی اور آیت یا حدیث ہے یا نہیں ؟" اس پر وہ خاموش ہوگئے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ ان کے مطالبات دھیمے پڑگئے، اور پھر رفتہ رفتہ ان کے ذہن میں تبدیلی بھی آئی۔

ایک طرف مجھے ان کے اس ذہن کا اندازہ تھا، لیکن دوسری طرف اُس وقت ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کوئی اور مؤثر تحریک سامنے نہیں تھی، اس لئے ان کی جو کوشش امت کے اجتماعی مسائل کے لئے ہورہی تھی، اُس میں ان کی تائید وحمایت بھی مناسب معلوم ہوتی تھی، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ بکثرت ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ :

" إن هم احسنوا فأحسن معهم، وإن أساؤوا، فاجتنب إساء تهم "

یعنی : "جب وہ کوئی اچھا کام کریں، تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرو، اور جب وہ کوئی برائی کریں تو ان کی برائی سے اجتناب کرو"۔

اس لئے میں نے اسلامی جمعیت طلبہ کے کارکنوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھے، اور کبھی کبھی ان کے اجتماعات میں ان کی فرمائش پر خطاب بھی کیا۔ اُسی زمانے میں جناب منور حسن صاحب، جو بعد میں جماعت

اسلامی کے امیر بھی رہے، اسلامی جمعیت طلبہ کے کارکن تھے، ان اجتماعات میں ان کا بھی کئی مرتبہ ساتھ رہا۔ جمعیت کے کارکنوں میں مجھے بہت سی خوبیاں بھی نظر آئیں، ان میں سے بہت سے نوجوان مجھے اپنے جذبے اور جدوجہد میں قابل رشک بھی محسوس ہوئے، اور میں ان کی تنظیمی صلاحیتوں کا بھی معترف رہا، البتہ ان کی جس فکر کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے، موقع بہ موقع اس کے بارے میں اپنی گذارشات بھی پیش کرتا رہا جن کا الحمدللہ اثر بھی ظاہر ہوا۔ پھر میری اپنی مصروفیات خود اتنی بڑھ گئیں کہ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

نحو وصرف کی تدریس

تدریس کے ابتدائی سالوں میں عربی نحو وصرف کی تمام کتابیں نحو میر سے لے کر شرح جامی تک پڑھانے کی نوبت آئی، لیکن مجھے نحو وصرف کو فلسفہ بنا کر پڑھانے سے کبھی مناسبت نہیں ہوئی۔ اس لئے کافیہ اور شرح جامی میں تحریر سنبٹ، سوال کابلی، اور سوال باسولی وغیرہ کی بنیاد پر جو چون وچرا کی جاتی ہے، (بلکہ اب تو یہ چون وچرا ہدایۃ النحو ہی سے شروع ہونے لگی ہے) میں اُس سے گذرا ضرور، لیکن یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہی، اور طلبہ کو بھی سمجھائی کہ نحو وصرف کا اصل مدار کلام عرب کے سماع پر ہے، اور اُسے عقلی اور منطقی دلائل کے تابع قرار دینا ایسا نکتہ بعد الوقوع ہے جس میں الجھ کر نحو وصرف کا جو اصل مقصد ہے، (یعنی تحریر وتقریر کی درستی) وہ فوت ہوکر رہ جاتا ہے۔ عام طور پر اس کی تاویل یوں کرلی جاتی ہے کہ اس سے طلبہ کا ذہن کھلتا ہے، اور انہیں نکتہ رسی کی عادت پڑتی ہے، جسے مدارس کی اصطلاح میں "تشحیذ الاذہان" (ذہن تیز کرنا) کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات اُس وقت تو فی الجملہ درست ہوتی، جب نحو وصرف کے قواعد کو استعمال کرنے کی صلاحیت طلبہ میں پوری طرح پیدا ہوگئی ہوتی، اور طلبہ صحیح پڑھنے، صحیح لکھنے، اور صحیح بولنے پر پوری طرح قادر ہو چکے ہوتے، پھر ایک اضافی فائدے کے طور پر یہ مقصد بھی حاصل کرلیا جاتا، چنانچہ شاید ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہوگا۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ طلبہ کو ابھی عربی عبارت صحیح پڑھنے پر بھی قدرت نہیں ہوئی ہوتی، چہ جائیکہ وہ صحیح بول اور لکھ سکیں، اور شروع ہی میں انہیں ان بحثوں میں الجھا دیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ نحو وصرف کا اصل فائدہ حاصل نہیں کرپاتے۔

لیکن مدارس میں "کافیہ" وغیرہ پڑھانے کا جو طریقہ عرصے سے جاری تھا، طلبہ بھی اُس کے عادی تھے، اور کسی استاذ کے لئے اُس طریقے سے انحراف اپنے آپ کو طلبہ میں غیر مقبول بنانے کے لئے کافی تھا۔ اگر استاذ خود سے وہ بحثیں نہ چھیڑے، تو کوئی نہ کوئی طالب علم اُن سے متعلق کوئی سوال کردیتا تھا۔ اس کا

حل میں نے اس طرح کیا کہ "کافیہ" پڑھاتے ہوئے میں نے شروع کے چند دن اُسی معمول کے طریقے کو اختیار کیا۔لیکن پھر طلبہ کو بتایا کہ اس کے کیا نقصانات ہیں؟ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی کتابوں میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب "الاقتراح فی اصول النحو" مجھے ہاتھ لگ گئی تھی۔ میں نے اُس کی مدد سے نحو کی اصل بنیادیں طلبہ کے سامنے بیان کیں، اور اُس کے بعد جب کوئی طالب علم چون وچرا پر اصرار کرتا، میں اُس سے عبارت پڑھوالیتا جس میں وہ لازماً غلطی کرتا، اور اس طرح اُس پر یہ واضح ہوجاتا کہ وہ اس چون وچرا کے چکر میں نحو کی غرض وغایت (یعنی الاحتراز عن الخطأ اللفظی فی الکلام) سے کتنی دور چلا گیا ہے۔اور اُس کے بعد میں نے اپنے طریقے سے ساری کتاب پڑھائی۔

جاری ہے.....

ماخوذ از رسالہ احکام عید الاضحیٰ و قربانی مؤلفہ
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

احکامِ قربانی

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر میں سے ہے زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر لوگ بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے، اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں، سورۃ انا اعطینک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی قربانی بھی اس کے نام پر ہونی چاہئے، فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کا یہی مفہوم ہے، دوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا ہر سال برابر قربانی کرتے تھے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے۔ (ترمذی)

جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لیے مخصوص نہیں ہر شخص پر ہر شہر میں بعد تحقیق شرائط واجب ہے اسی لیے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (شامی)

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟

قربانی ہر مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے، جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ ہو۔ (شامی)

قربانی کے معاملے میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں، بچہ اور مجنون کی ملک میں اگر اتنا مال ہو تو بھی اس پر یا اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں، اسی طرح جو شخص شرعی قاعدے کے موافق مسافر ہو اس پر بھی قربانی لازم نہیں۔ (شامی)

مسئلہ: جس شخص پر قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس کی قربانی واجب ہوگئی۔ (شامی)

قربانی کے دن

قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے دنوں میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں، قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں اس میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے۔

قربانی کے بدلے صدقہ خیرات

اگر قربانی کے دن گزر گئے، ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہیں کرسکا تو قربانی کی قیمت فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانوروں کی قیمت صدقہ کرنے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا ہمیشہ گنہگار رہے گا، کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل اور پھر تعامل صحابہؓ اس پر شاہد ہیں۔

قربانی کا وقت

جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ اور عیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، اگر کسی نے قربانی کردی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جہاں جمعہ وعیدین کی نماز نہیں ہوتیں یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کرسکتے ہیں ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید پہلے دن نہ ہوسکے تو نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ (شامی)

قربانی کے جانور

بکرا دنبہ، بھیڑ ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے گائے، بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

مسئلہ: بکرا بکری، ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر

کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے، گائے بیل بھینس دو سال کی، اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کے لیے کافی نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر جانور کا سینگ پیدائشی طور پر نہ ہو یا بیچ سے ٹوٹ گیا ہو تو اس کی قربانی درست ہے، ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی)

مسئلہ:۔ خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (شامی)

مسئلہ:۔ اندھے کانے لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں، اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں پر نہ جا سکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ (شامی)

مسئلہ:۔ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں (شامی و در مختار) اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ:۔ اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا غنی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لیے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (در مختار وغیرہ)

قربانی کا مسنون طریقہ

اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے۔

مسئلہ:۔ قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں البتہ ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے سنت یہ ہے کہ جب جانور ذبح کرنے کے لیے روبقبلہ لٹائے تو یہ دعا پڑھے۔

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ

(۱) اگر کسی اور کی جانب سے قربانی کر رہا ہو تو ''مِنِّیْ'' کے بجائے ''مِنْ'' کہے اور اس کے بعد اس کا نام لے یا سب کی طرف سے نیت کرکے ''مِنَّا'' کہہ لے۔

آدابِ قربانی

قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے۔

مسئلہ:۔ قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا یا اس کے بال کاٹنا جائز نہیں، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو دودھ اور بال یا ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع)

مسئلہ:۔ قربانی سے پہلے چھری کو خوب تیز کرلے اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت کے ٹکڑے کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک پوری طرح جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے۔ (بدائع)

متفرق مسائل

عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں لیکن جس شہر میں کئی جگہ نماز عید ہوتی ہو تو شہر میں کسی ایک جگہ بھی عید ہوگئی تو پورے شہر میں قربانی جائز ہو جاتی ہے۔ (ذرائع)

مسئلہ:۔ قربانی کے جانور کے اگر ذبح سے پہلے بچہ پیدا ہوگیا یا ذبح کے وقت اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آیا تو اس کو بھی ذبح کر دینا چاہئے۔ (بدائع)

مسئلہ:۔ جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر اس نے قربانی کا جانور خرید لیا پھر وہ گم ہوگیا یا چوری ہوگیا یا مر گیا تو واجب ہے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے اگر دوسری قربانی کرنے کے بعد پہلا جانور مل جائے تو بہتر ہے کہ اس کی بھی قربانی کردے لیکن اس کی قربانی اس پر واجب نہیں اگر یہ غریب ہے جس پر پہلے سے قربانی واجب نہ تھی نفلی طور پر اس نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا پھر وہ مر گیا یا گم ہوگیا تو اس کے ذمہ دوسری قربانی واجب نہیں، ہاں اگر گمشدہ جانور قربانی کے دنوں میں مل جائے تو اس کی قربانی کرنا واجب ہے اور اگر ایام قربانی کے بعد ملے تو اس جانور یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (بدائع)

قربانی کا گوشت

(۱) جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کرکے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ کریں۔

(۲) افضل ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے، ایک حصہ احباب واعزہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کرے اور جس شخص کا عیال زیادہ ہو وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے۔

(۳) قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔

(۴) ذبح کرنے والے کی اجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں۔ اجرت علیحدہ دینی چاہئے۔

قربانی کی کھال

(۱) قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلیٰ بنالیا جائے یا چمڑے کی کوئی چیز ڈول وغیرہ بنالیا جائے یہ جائز ہے لیکن اگر اس کو فروخت کیا تو اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ صدقہ کرنا اس کا واجب ہے اور قربانی کی کھال کو فروخت کرنا بدون صدقہ کے بھی جائز نہیں۔ (عالمگیری)

(۲) قربانی کی کھال کسی خدمت کے معاوضے میں دینا جائز نہیں اسی لیے مسجد کے مؤذن یا امام وغیرہ کے حق الخدمت کے طور پر ان کو کھال دینا درست نہیں۔

(۳) مدارس اسلامیہ کے غریب اور نادار طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیائے علم دین کی خدمت بھی مگر مدرسین وملازمین کی تنخواہ اس سے دینا جائز نہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کا

اساتذہ وطلبہ سے خطاب

(دوسری اور آخری قسط)

اساتذہ کا ادب کرنے والے سعادت مند ہوں گے: اساتذہ کرام کا ادب و احترام بڑا ضروری ہے۔ جب تک ان کا ادب و احترام نہ کروگے، ان سے محبت نہ کروگے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ تم کو ایسی چیز عطا فرما رہے ہیں جو تمہاری استطاعت سے باہر تھی، یہ ان کی شفقت اور محبت ہے کہ تمہیں درس دے رہے ہیں، نہایت ادب کے ساتھ سنو، اور ان کا ادب واحترام کرو، ان کی عزت کرو، کیونکہ وہ تم کو بہت بڑی نعمت کا حامل بنا رہے ہیں۔ جب تک ان کی عزت نہیں کروگے اس وقت تک صحیح علم حاصل نہیں ہوتا۔ جو طالب علم اساتذہ کا ادب کریں گے وہی ہونہار ہوں گے، وہی صاحب سعادت ہوں گے، وہی صاحب اقبال ہوں گے۔

اساتذہ کی ذمہ داری: دوسری بات اساتذہ سے متعلق ہے، اساتذہ کے پاس اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی بہت بڑی امانت ہے جو وہ طالب علموں کی طرف منتقل کر رہے ہیں۔ ان کو بھی اسی طہارت کی ضرورت ہے، اس نیت اور اخلاص کی ضرورت ہے، اسی ادب کی ضرورت ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ پر فائز کیا ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ، جذبۂ ایثار کے ساتھ، محبت کے ساتھ، شفقت کے ساتھ، پدرانہ محبت کے ساتھ، اللہ اور اللہ کے کلام کو طالب علموں کی طرف منتقل کریں، اپنے طالب علموں سے ایسی محبت ہونی چاہئے جیسی اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ ان کو اولاد سمجھیں اور اولاد جس طرح جسمانی تعلق رکھتی ہے اسی طرح شاگرد کا بھی ایک روحانی تعلق ہے ایمانی تعلق ہے۔ اس لئے اساتذہ کو بڑا اہتمام کرنا چاہئے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ شفقت کا، محبت کا، دل سوزی کا، ایثار کا معاملہ کریں، یہ ان کی ذمہ داری ہے جب درس دینے کے لئے آئیں تو خوب مطالعہ کر کے آئیں، شرح صدر کے ساتھ آئیں، اس کے بغیر درس کے لئے نہ آئیں۔

ایک واقعہ ضمناً یاد آ گیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ درس دیا کرتے تھے ،ایک دن آ کے بیٹھے اور فرمایا کہ میں آج درس نہیں دوں گا کیونکہ میں تیار ہو کے نہیں آیا۔اس درس کا میں نے مطالعہ نہیں کیا۔حالانکہ وہ بہت بڑے جید عالم تھے،بغیر مطالعہ کے بیان کر سکتے تھے،لیکن اس کو انہوں نے خیانت سمجھا کہ مطالعہ کے بغیر سبق پڑھائیں۔

تو بھئی جب تک اساتذہ بھی اس قدر احتیاط نہ کریں گے اس میں برکت نہیں ہوگی۔برکت اس میں جب ہی ہوگی جبکہ ان کے قول میں ان کے ارشادات میں ان کی تشریحات میں اخلاص نیت ہوگا،جذبۂ ایثار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہوگی۔

اساتذہ کو بھی اپنے طالب علموں کے ساتھ پدرانہ محبت وشفقت ،دلجوئی اور دل سوزی کا معاملہ کرنا چاہئے اور طالب علموں کو بھی اپنے اساتذہ کی اپنے باپ سے زیادہ عزت کرنی چاہئے۔میں نے بتایا ہے کہ ایک جسمانی عظمت ہوتی ہے اور ایک روحانی اور ایمانی، طلبہ کا اساتذہ کے ساتھ جو رشتہ ہے وہ روحانی رشتہ ہے،ایمانی رشتہ ہے،اور جسمانی رشتہ سے بڑھ کر ہے،اس لئے اساتذہ کرام کے ادب کا طلباء کو خاص اہتمام کرنا چاہئے، ایسا کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ کامیابی ہوگی، ہمیشہ مقصود حاصل ہوگا،درسگاہ اور تعلیم وتعلّم کے جو مقاصد ہیں وہ یہی ہیں کہ فطرتِ انسانیہ انسان کو حاصل ہوجائے۔اللہ اور اللہ کے رسول سے صحیح تعلق ہوجائے۔اس کی یہی تدبیریں ہیں جو ہم نے بتائیں یعنی طہارت وادب۔

منتظمین کو چاہئے کہ طلبہ کی آسائش وآرام کا خیال رکھیں: منتظمین سے بھی مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔آپ منتظمین ہیں،اللہ تعالیٰ آپ کو حسن انتظام کی توفیق دے۔

حسن انتظام بہت بڑی چیز ہے،حسن انتظام سے سب کو راحت رہتی ہے،اپنے آپ کو بھی راحت رہتی ہے۔پوری برادری کو راحت رہتی ہے،ایسے انتظامات ہونے چاہئیں کہ کوئی تکلیف نہ ہو،دوسروں کے لئے کوئی دشواری نہ ہو،یہاں یہ سب مہمانانِ رسول ہیں۔طالب علم ہیں، منتظمین کو چاہئے کہ ان کی آسائش کا آرام کا خیال رکھیں۔

دارالعلوم کے احاطے کے اندر رہو: طالب علموں کے لئے ایک اور اہم نصیحت ہے کہ خبردار!جب تک

طالب علم ہو، دارالعلوم کے احاطے کے اندر رہو، اپنی دینی، علمی کتابوں کے علاوہ غیر چیزیں تمہارے سامنے نہ آئیں۔ اخبارات ہیں، ریڈیو ہیں، رسالے ہیں، جانے کیا کیا چیزیں ہیں، یہ تمہارے سامنے نہ آئیں، یہ چیزیں ہرگز تمہارے سامنے نہ آنی چاہئیں۔ یہ سب چیزیں مضر ہیں۔ ان سب میں سمیّت (زہر) ہے۔ دل و دماغ کو خراب کردینے والی، ماؤف کردینے والی چیزیں ہیں۔ بس تندہی کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کو پڑھتے رہو، نماز باجماعت کی پابندی کرو۔ ادعیہ ماثورہ کا اہتمام کرو اور خبردار غیر متعلق چیزوں کی طرف توجہ نہ دو، بس اپنی طرف توجہ رکھو، آج کل کا ماحول اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، بڑا شر انگیز ہے، میں اساتذہ سے بھی اور طلبہ سے بھی کہتا ہوں کہ اس دارالعلوم کی چاردیواری کے اندر رہتے ہوئے ہرگز نظر نہ ڈالنا کہ باہر کیا ہورہا ہے؟ کہاں کہاں کون سی انجمنیں اور بڑی بڑی جماعتیں قائم ہیں؟ خبردار ان انجمنوں اور جماعتوں کا تم سے کوئی تعلق نہیں، تم اپنی توجہ اپنی حدود کے اندر رکھو، اپنی صلاحیتیں تعلیم وتعلّم اور درس وتدریس میں صحیح طور پر صرف کرو۔

خبردار! باہر بڑے فتنے ہیں، دین کے فتنے ہیں، جماعتیں اور انجمنیں قائم ہورہی ہیں، اسلام کے نام پر، ایمان کے نام پر پارٹیاں بن رہی ہیں، تم کو ہرگز ان کے قریب نہ جانا چاہئے، خبردار ان کی طرف کبھی بھی نظر نہ ڈالنا۔ اساتذہ بھی اپنی اپنی صلاحیتیں ان کاموں میں صرف کریں، جن کے لئے انہیں مقرر کیا گیا ہے۔ دارالعلوم کی چاردیواری کے اندر رہیں۔ باہر ہزاروں فتنے ہیں، دین کے نام پر فتنے برپا ہورہے ہیں۔ ہمیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے، ہم کسی پر اعتراض نہیں کرتے، ہم اپنے دارالعلوم کی خیر چاہتے ہیں، ہم اپنے مذہب اور دارالعلوم کی چار دیواری سے ہرگز نہیں نکلیں گے، جب تک فارغ نہ ہوں۔ آپ کیوں ان چیزوں میں حصہ لیں؟ کیا آپ خدائی فوجدار ہیں؟ آپ کے اوپر وحی آئی ہے کہ دنیا بھر کی اسلامی ذمہ داریاں آپ اٹھاتے پھریں؟ آپ سوچتے ہوں گے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے عالم ہونے کی وجہ سے یہی تقاضا ہے کہ اہل حق کی نمائندگی کرنی چاہئے، اہل حق کو اگر رسوخ نہ ہوگا تو باطل غالب آجائے گا، بڑی اونچی سوچ ہے، بھئی تم کون ہوتے ہو باطل کو روکنے والے؟ حق کو غالب کرنے والے؟ کیا تم خدائی فوجدار ہو؟ تم اپنے مدرسے کا اور کتابوں کا حق ادا کرو، جو تمہارا شعبہ ہے، اس شعبہ میں کام کرو، یہ کام دوسروں کو کرنے دو، اپنے شعبہ کو چھوڑ کر دوسرے شعبوں کے کام اپنے ذمے لوگے تو اس شعبہ سے بھی جاؤ گے، خبردار! میری نصیحت ہے کہ آج کل کی سیاست کی طرف طلبہ واساتذہ ہرگز نظر نہ ڈالیں۔ آج کل کی سیاست کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔

دنیا کا ہر کام آپ کے ذمہ نہیں ہے: عام طور سے کہا جاتا ہے کہ اگر ہم خاموش رہیں گے تو اہل حق کی نمائندگی کون کرے گا؟ اہل حق کو حق بھی تو پہنچانا چاہئے، باطل زور کررہا ہے، اگر ہم بھی خاموش رہے تو حق پر باطل غالب آجائے گا۔ کیا آپ خدائی فوجدار ہیں کہ دنیا کا ہر کام آپ کے ذمہ ہے؟ پس جس منصب تک پہنچ گئے ہو اس کا حق ادا کرو، اسلامی سیاست کا منصب بھی بہت سے واعظین و مبلغین اور مصنفین ومولفین نے اختیار کر رکھا ہے، یہ ان کا مذاق ہے، ان ہی کو کرنے دیجئے۔ آپ اپنے شعبہ کو سنبھالئے، اگر آپ میں قوم و ملت کی خیر خواہی کا بہت ہی زیادہ جذبہ ہے تو دارالعلوم کی چار دیواری سے باہر چلے جایئے اور حصہ لیجئے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ جس کام پر مامور ہیں اس کو بھی کریں اور دوسرے کاموں کو بھی سنبھالیں۔ ایک صلاحیت سے دوجگہ کام نہیں ہوسکتے۔ ایک صلاحیت ایک ہی جگہ ہوسکتی ہے۔ اور اس صلاحیت میں ترقی اور برکت جب ہی ہوگی جب آپ ایک ہی شعبہ میں لگے رہیں، اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں آپ لوگوں کے سامنے، باہر سے چاہے جتنے مطالبات اسلام اور دین کے نام پر آئیں، آپ کو ان سے تعلق نہیں ہونا چاہئے آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے چار دیواری پھاند کر چلے جائیں اور وہاں جا کے حق ادا کریں بھئی سیاست سے آپ کو کوئی مَس نہیں، کوئی مناسبت نہیں، اس لئے اگر آپ نے میری بات پر عمل نہ کیا تو ہمیشہ دھوکا ہوگا۔ یہ بالکل غلط خیال ہے کہ بھئی ہم خاموش کیسے رہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہم کو علم دیا ہے، اس وقت ضرورت ہے حق کی حمایت کی۔ یہ محض شیطانی وسوسہ ہے، ہرگز ہرگز آپ سے اس کا مطالبہ نہیں۔ آپ سے مطالبہ یہ ہے کہ جو صلاحیت آپ کو دی گئی ہے اس کو صحیح استعمال کریں۔ چار دیواری کے اندر رہ کر آپ جو خدمت کرسکتے ہیں کریں، درساً یا تحریراً، اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ ہزار کوئی آپ کو مدعو کرے کہ یہ انجمن ہے وہ انجمن ہے، کسی انجمن میں شریک نہ ہوں، ہماری انجمن ہمارے ساتھ ہے، ہماری انجمن کوئی معمولی انجمن نہیں؟ یہ انجمن اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی بنیادی انجمن ہے، اس کی تعلیم کی درس وتدریس کی انجمن ہے۔ ہم اس کا حق ادا کرتے ہیں، خبردار! کبھی سیاست کی طرف نظر نہ اٹھانا، ٹھوکر کھا جاؤ گے۔

میری نصیحت یاد رکھنا، اس سلسلہ میں اللہ میاں تم سے مواخذہ نہیں کرے گا، جب انہوں نے تم میں اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھی تو مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ اگر ایک شخص آپ کا باورچی ہے تو آپ اس سے یہ مواخذہ نہیں کرسکتے کہ تم نے آج صفائی کیوں نہیں کی؟ کپڑے کیوں نہیں دھوئے؟ دارالعلوم ہی کو لیجئے، جو لوگ مطبخ

میں کھانا پکاتے ہیں، ان سے یہ مواخذہ نہیں کیا جاسکتا کہ تم نے سبق کیوں نہیں پڑھایا؟ میں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ چاہے جتنی جماعتیں قائم ہوں تمہیں کسی کی طرف جانے کی ضرورت نہیں، اس کے علاوہ بہت سی انجمنیں اور جماعتیں صرف یہ چاہتی ہیں کہ کچھ ایسے لوگوں کو بھی ساتھ لے لیں جن سے ان کا وقار بڑھ جائے، کچھ ان کی پشت پناہی ہوجائے، اس لئے وہ چاہتی ہیں کہ فلاں مولوی صاحب کو شامل کرلیں۔ وہ جماعتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ان سے ہماری جماعت میں تقویت پیدا ہوجائے گی۔ وہ تمہارے علم سے کچھ اخذ نہ کریں گے بلکہ اپنا اثر ضرور تم پر ڈال دیں گے۔ میں خیر خواہی سے، محبت سے نصیحت کر رہا ہوں کہ خبردار سیاست کی طرف نہ جانا، ہماری سیاست درس وتدریس ہے، تصنیف وتالیف ہے، میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو داعیہ آپ کے دل میں پیدا ہورہا ہے کہ سیاست کے ذریعے خدمتِ اسلام کی جائے وہ سوائے نفسانیت کے کچھ نہیں، آپ میں سے جس میں بھی یہ جذبہ پیدا ہوگا وہ محض نفسانی ہوگا ایمانی نہیں، الّا ماشاء اللہ۔

ہاں اگر حکومت کسی دینی معاملے میں مشورے کے لئے دارالعلوم کے علماء یا کسی اور عالم کو طلب کرے تو حق کی وضاحت کے لئے ضرور جانا چاہئے اور جاکر شریعت کا حکم واضح کردینا چاہئے۔ لیکن اگر حکومت کی طرف سے کسی ایسی کمیٹی کا رکن بننے کی دعوت دی جائے جس میں ارکان کی اکثریت عظمتِ دین سے غافل اور دین کے معاملے میں تاویل کوشی ہو اور وہاں جاکر اس بات کا خطرہ ہو کہ اہل حق کا وقارِ دینی مجروح ہوگا یا خدانخواستہ دوسروں کی تاویل کوشی میں خود کو حصہ دار بننا پڑے گا تو ایسی رکنیت کو ہرگز قبول نہ کیا جائے اور ایسی صورت میں اپنے فرائض منصبی کے مشاغل کثیرہ اور ایسے کام کی عدم صلاحیت وناا‌ہلیت کا عذر کافی ہے۔

درس وتدریس کے علاوہ تبلیغ واشاعت کا کام بھی کریں: البتہ ایک بات آپ کے مقاصد میں داخل ہے، اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنے یہاں ایک شعبہ کھول لیں جو درس وتدریس کے علاوہ تبلیغ واشاعت کا کام کرے، آپ کہتے ہیں کہ مکروہات پھیلے ہوئے ہیں اور اسلام کے خلاف سازش ہورہی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے، قلم دیا ہے اور زبان دی ہے، زبان سے آپ وعظ ونصیحت کیجئے، قلم سے آپ مضامین لکھئے، دینی ماہناموں میں اور اخبارات میں شائع کردیجئے، بس اتنا کافی ہے ہمارے حضرت کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جہاں کوئی مسئلہ درپیش ہوا مضمون لکھ دیئے، رسالہ لکھ دیا، اور شائع کرادیا۔

آج سے اساتذہ، طلبہ اور منتظمین سب کے سب یہ عزم کرلیں کہ اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے رہیں

گے اور اپنے نصب العین پر اپنی فطری صلاحیتوں کے ساتھ قائم رہیں گے اور دارالعلوم کو ایک معیاری اور مثالی دارالعلوم بنائیں گے۔ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ.

اخلاقیات کیلئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات پڑھ کر سنائیں

ایک خاص واہم بات اور قابل عرض ہے۔حضرات منتظمین اور اساتذہ کرام کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اخلاقیات جو دین کا ایک اہم بنیادی شعبہ ہے۔اس طرف ضرور اپنی خصوصی توجہات مبذول فرمادیں،یعنی درستی و پاکیزگی اخلاق خود بھی اہتماماً عمل کریں اور طلباء کو بھی اس کی اہمیت کی تعلیم دیں۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر روزانہ اس کے لئے وقت نہ ہو تو کم از کم ہفتہ وار مثلاً جمعہ کے دن،یا کسی اور دن،ناظم اعلیٰ جو مناسب سمجھیں مقرر کرلیں کہ کچھ دیر کے لئے خواہ ایک گھنٹہ ہی کیوں نہ ہو طلباء کو جمع کرلیا کریں،اگر اساتذہ بھی اس میں شریک ہوں تو اور بھی زیادہ مناسب ہے۔ناظم اعلیٰ خود یا کسی استاد کو اس کام کے لئے مقرر فرمائیں اور اس موقع پر کوئی کتاب جو اخلاقیات پر مشتمل ہو،پڑھ کر سنائیں اور اس کی تشریح کردیا کریں۔اس موضوع پر حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر تصانیف،مواعظ وملفوظات طبع شدہ موجود ہیں۔مثلاً تبلیغ دین،حیوۃ المسلمین،جزاء الاعمال،اصلاح المسلمین،اخلاقیات پر مشتمل مواعظ وملفوظات جو نہایت سبق آموز اور بصیرت افروز ہیں،ان کو سنا کر معمولی تشریح کرنا کافی ہے،تجربہ شاہد ہے کہ بہت ہی نافع اور داعی عمل ثابت ہوتے ہیں اور درسی تعلیم کی روح رواں ہیں۔

منتظمین اور اساتذہ آپس میں محبت اور تکریم کے ساتھ رہیں:

اب میں ایک نہایت اہم اور سنگین ضرورت کی طرف حضرات منتظمین اور اساتذہ کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرنا چاہتا ہوں،وہ ہے آپس میں ہم آہنگی اور خلوص وایثار کی قابل قدر ضرورت،جس پر دارالعلوم کا وقار اور اعتبار منحصر ہے۔

خوب یاد رکھئے اور حرزِ جان بنایئے کہ آپ کا تعلق اور دارالعلوم سے نسبت آپ کا کوئی نجی اور ذاتی معاملہ نہیں ہے،آپ کا تعلق دین کے ایک معظم ومحترم ادارے اور درس گاہ سے ہے،اس لئے اس کا پاس وادب ملحوظ رکھنا آپ کا فرض ہے،دیکھئے اگر کسی میں کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو فوراً نیک نیتی کے ساتھ جلد از جلد آپس میں مل کر اس کو رفع کرلیا جائے،خواہ یہ اختلاف اساتذہ کے درمیان ہو یا اساتذہ اور منتظمین کے درمیان

ہوایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی رکھنا یا شکوہ وشکایت کا تدارک بالمشافہ جلد نہ کرلینا، یہ یقیناً خباثت نفس ہے اور نہایت مذموم ہے اور انجام کے لحاظ سے شر انگیز ہے اور عاقبت سوز ہے اور عاقبت میں اندیشہ ہے کہ قابل مواخذہ ہے۔سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ دارالعلوم کی چار دیواری کے باہر رُسوائی اور بدنامی کا باعث ہے اور یہ اساتذہ اور منتظمین کے وقار پر بہت بدنما داغ ہے۔

اس لئے میں نہایت دلسوزی کے ساتھ اور اپنا حقِ تعلق ادا کرنے کے لئے یہ بات آپ حضرات کے سامنے عرض کررہا ہوں ۔امید ہے کہ آپ سب اس کو اپنا شعار زندگی بنائیں گے۔ممکن ہے کہ پھر کوئی اور آپ کو اس لب ولہجہ سے مخاطب نہ کرے۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

(جانِ من! نصیحت غور سے سن، کیونکہ ہر سعادت مند جوان بزرگ دانا کی نصیحت کو جان سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہے)

دعاء: دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دولتِ تقویٰ اور صفائی قلب سے بہرہ اندوز رکھیں، اور اپنی یاد اور اپنے ذکر سے ہمیشہ معمور فرمائیں۔آمین۔

اب دعا کرلو کہ:

یا اللہ! ہمارے بزرگوں کو درجاتِ رفیعہ عطا فرمائیے۔یا اللہ! ان کے اخلاصِ نیت کو بارآور فرما دیجئے، ان درس گاہوں کو ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! دارالعلوم کی ہر طرح نصرت فرمائیے، ہر طرح اعانت فرمائیے، اس کو ہر طرح کی ظاہری وباطنی برکتیں عطا فرمائیے، ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنوں سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! دارالعلوم کو کسی کا محتاج نہ بنائیے۔یا اللہ! دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ، منتظمین، ملازمین اور ان کے متعلقین کو ہر طرح کی عافیت سے نوازیئے۔

یا اللہ! اس کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی قبر کو انوار وتجلیات سے بھر دیجئے، ان کو مقاماتِ عالیہ رفیعہ عطا فرمائیے، یہ دعائیں اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ قبول فرمالیجئے۔

یا اللہ آپ نے ایمان کی دولت دی ہے عمل صالح کی توفیق بھی دیجئے، ہمیں نفس وشیطان کے مکائد سے محفوظ رکھئے، دنیا بھر کے فتنوں سے محفوظ رکھئے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْاَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَاحَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا. رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ.

یا اللہ! ہمارا ماحول شیطانی ہے، ہمارا ماحول کافرانہ ہے ہماری مدد فرمایئے، ہمیں برے ماحول سے بچالیجئے۔

رَبَّنَالَاتُزِغْ قُلُوْبَنَابَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

یا اللہ! آپ کے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع دعا ہے وہ ہم آپ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، یا اللہ! اس کو ہمارے حق میں ہمارے اہل وعیال کے حق میں اور سب کے حق میں قبول فرمالیجئے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صلی الله علیه وسلم وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صلی الله علیه وسلم . اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَاتَنْقُصْنَا وَاَکْرِمْنَا وَلَاتُهِنَّا وَأَعْطِنَا وَ لَا تَحْرِمْنَا وَ اَرْضِنَا وَ ارْضَ عَنَّا، اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ.

یا اللہ! سب کو عافیت کاملہ عطا فرمایئے، سب کو تندرستی عطا فرمایئے، ہمارے اہل وعیال کو، ہمارے دوست واحباب کو سب کو تندرست رکھئے۔

میرے لئے بھی دعا کیجئے، کہ اللہ تعالیٰ صحت وتندرستی عطا فرمائے اور عافیت کاملہ عطا فرمائے۔ یا اللہ! نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل ہماری دعائیں قبول کرلیجئے۔

آمین بحق سیدالمرسلین صلی الله علیه وسلم .

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

ترکی کا سفر

(دوسری قسط)

جامع ابوایوب انصاریؓ

استنبول کے قیام کے تیسرے دن جامع ابوایوب انصاریؓ میں نمازِ مغرب ادا کرنے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار پر حاضری کا ارادہ تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس میزبان ہیں اور استنبول میں سب سے زیادہ اشتیاق وہیں حاضر ہونے کا تھا۔ یہ مقام ہمارے ہوٹل سے بہت دور تھا، کیونکہ ہم باسفورس کے کنارے پر تھے، اور یہ مزار استنبول کے انتہائی جنوب مشرقی حصے میں واقع ہے۔ وہاں جاتے ہوئے راستے میں قسطنطنیہ کی وہ قدیم فصیلیں بھی قریب سے دیکھیں جو ناقابلِ تسخیر سمجھی جاتی تھیں، اور اب اُن کے کھنڈر ہی ان کے ماضی کے شان وشکوہ کی داستان سُناتے ہیں۔ بالآخر خاصے طویل سفر کے بعد ہم جامع ابوایوبؓ پہنچ گئے، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور بڑا سکون ملا۔

حضرت ابوایوبؓ انصاری کے مزار پر چند تبرکات

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کے بعد، ہمارے راہبر نے مزار کے احاطہ میں ایک شیشہ کی الماری دکھائی اور اس میں چند تبرکات دکھائے، ان میں ایک شیشی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال تھے جو خاصے لمبے تھے اور صاف نظر آرہے تھے ان کے پیچھے سبز رنگ کا پتھر دکھایا، اور اس کے بارے میں بتایا کہ یہ وہ پتھر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا تھا، بعض روایات میں ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے جب آپ ایک پتھر کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ آپ کو سلام کرتا تھا، اس کو حجرِ اسود کہتے ہیں جو خانۂ کعبہ کے ایک کونہ میں نصب ہے اور ایک پتھر بات کرتا تھا جس کو متکلم کہتے تھے، ممکن ہے اس پتھر کی طرف حضور سے بات کرنے کی نسبت صحیح ہو، اس کے بائیں جانب ایک لمبا پتھر رکھا ہوا تھا جس میں دائیں پاؤں کے نشانات بالکل واضح تھے، اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم کا نشان ہے، اور ایک جانب سیاہ روشنائی سے ایک قدیم تحریر لکھی ہوئی تھی، جو پوری طرح پڑھی نہ جاتی تھی، اس کے بارے میں راہبر نے بتایا کہ یہ تحریر عرصہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کی طرف راہنمائی کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کے سرہانے کی

طرف لگی ہوئی تھی اور اُسی الماری میں ایک چھوٹا سا پتھر بھی دکھایا جس کے بارے میں بتایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر پڑے ہوئے پتھروں میں سے ایک ہے، حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، لیکن محبوب کی نسبت بھی محبوب ہوتی ہے اس لحاظ سے انہیں دیکھ کر خوشی ہوئی اور ہم وہاں سے واپس ہوئے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا تعارف

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کسی مسلمان کے لئے محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ آپ کا نام خالد بن زیدؓ تھا۔ آپ مدینہ طیّبہ کے قبیلۂ بنوخزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ بالکل ابتدا میں مسلمان ہوگئے تھے، اور آپ ہی وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کے بعد ایک مہینے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصواء آپ ہی کے مکان پر آکر رُکی تھی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نچلی منزل میں ٹھہرایا تھا، اور خود اپنی اہلیہ کے ساتھ اوپر کے کمرے میں مقیم تھے۔ ایک مرتبہ اوپر کے کمرے میں پانی گر گیا، آپ کو یہ خطرہ ہوا کہ یہ پانی کہیں ٹپک کر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے، اس لئے آپ اور آپ کی اہلیہ چادر لے کر پانی کو جذب کرتے رہے۔

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شامل رہے، حضرت علیؓ نے آپ کو مدینہ منورہ کا گورنر بھی بنا دیا تھا۔ لیکن پھر شوقِ جہاد میں آپ انہی کے پاس پہنچ گئے۔ اور خوارج کے خلاف جہاد میں ان کے ساتھ شامل ہوئے۔

قسطنطنیہ کے پہلے حملہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی شرکت اور وفات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کی سرکردگی میں جو پہلا لشکر قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ کیا، اس میں آپ بھی شامل تھے، یہاں محاصرہ طویل ہوا تو آپ بیمار ہوگئے، یزید آپ کی بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے، اور آپ سے پوچھا کہ کوئی خدمت بتایئے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: ''بس میری ایک خواہش ہے، اور وہ یہ کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میری لاش کو گھوڑے پر رکھ کر دشمن کی سرزمین میں جتنی دور تک لے جانا ممکن ہو، لے جانا، اور وہاں لے جا کر دفن کرنا۔'' اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی تو یزید نے آپ کی وصیت پر عمل کیا، اور قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔

تاریخ میں ہے کہ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد اہتمام کے ساتھ حضرت ابوایوب

انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی تلاش شروع کی، اور ایک بزرگ کی نشاندہی پر اس جگہ وہ دستیاب ہوگئی۔ سلطان محمد فاتح نے "جامع ابوایوب" کے نام سے یہاں مسجد تعمیر کی اور اس وقت سے یہ جگہ زیارت گاہِ خاص وعام ہے، یہ پورا محلّہ "ابوایوب" ہی کہلاتا ہے، اور مزار مبارک پر لوگ اکثر بیٹھے ہوئے تلاوت کرتے رہتے ہیں۔

قسطنطنیہ کے اصل فاتح

یہ مقدس صحابی جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف بخشا تھا، اپنے وطن سے ہزاروں میل دور اللہ تعالیٰ کے دین کا پیغام لئے ہوئے اس دیارِ غربت میں راہیٔ آخرت ہوئے اور زندگی کے آخری لمحوں میں بھی خواہش تھی تو یہ کہ اس کلمے کو لئے ہوئے دشمن کی سرزمین میں جتنی دور تک جاسکوں، چلا جاؤں۔ وفات کے بعد صدیوں تک کسی کو آپ کی آخری آرام گاہ کا علم نہ تھا، لیکن دیکھا جائے تو قسطنطنیہ کے اصل فاتح آپ ہی ہیں، آپ ہی کے ذریعے اس سرزمین پر پہلی بار اسلام کا کلمہ پہنچا، اور آپ ہی کے وسیلے سے اس خاک کو ایک صحابیٔ رسول کا مدفن بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔

جامع ابوایوبؓ کو سلاطینِ آلِ عثمان نے ہمیشہ استنبول کا مقدس ترین مقام سمجھا، اور ہمیشہ یہ طریقہ جاری کیا کہ ہر نئے سلطان کی تاج پوشی اسی مسجد میں ہوا کرتی تھی جس کے لئے یہاں ایک مخصوص جگہ بنی ہوئی ہے۔ تاج پوشی کی رسم تاج پہننے کے بجائے سلطان عثمان خان کی تلوار نئے سلطان کی کمر میں باندھ کر ادا کی جاتی تھی۔

جامع ابوایوبؓ سے باہر نکلیں تو ایک وسیع صحن ہے جس میں کبوتر بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں، اور لوگ ان کو دانہ ڈالتے رہتے ہیں، اس میدان کے دائیں جانب ایک چبوترے پر چنار کے دو بہت بڑے درخت ہیں جو دیکھنے ہی سے بہت قدیم معلوم ہوتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ درخت صحابۂ کرام کے زمانے کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

آبنائے باسفورس اور طرابیہ

اس کے بعد ہم آبنائے باسفورس دیکھنے گئے کیونکہ یہ بہت زیادہ مشہور ہے، اسی کے بارے میں شیخ الاسلام مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آبنائے شمالاً جنوباً بحر اسود اور بحیرۂ مرمر کو ملاتی ہے، اور شرقاً غرباً یورپ اور ایشیا کے دو براعظموں کے درمیان حد فاصل کا کام کرتی ہے۔ دو سرسبز ساحلوں کے درمیان نیلگوں سمندر کی یہ دلکش لکیر اٹھارہ میل لمبی ہے، اور اس کی سب سے زیادہ چوڑائی اس کے شمالی دہانے پر ہے۔ جہاں اس کا پاٹ پونے تین میل ہے، اور سب سے کم چوڑائی رومیلی حصار کے سامنے ہے، جہاں اس کا پاٹ کل آٹھ سو گز رہ گیا ہے۔ اس کی گہرائی مختلف جگہوں پر چالیس سے لے کر ایک سو بتیس گز تک ہے۔

شروع میں باسفورس کے ایشیائی ساحل کے پار علاقہ جو "اناطولیہ" کہلاتا تھا، قسطنطنیہ سے بالکل الگ تھا، لیکن اب شہر استنبول بڑھتے بڑھتے ایشیائی ساحل پر دور تک پھیل گیا ہے، اور یہ حصہ "اسکودار" کہلاتا ہے، اور اس طرح استنبول وہ واحد شہر ہے جو آدھا یورپ اور آدھا ایشیا میں واقع ہے، شہر کے دونوں حصوں کو ایک انتہائی پر شکوہ اور حسین پل کے ذریعے ملا دیا گیا ہے جس کا تذکرہ میں ان شاء اللہ آگے کروں گا۔

یہ چونکہ دنیا کی اہم ترین بحری گذرگاہ ہے، اس لئے یہاں تھوڑے تھوڑے وقفے سے چھوٹے بڑے جہاز گذرتے رہتے ہیں، میں باسفورس کے یورپی ساحل پر تھا، سامنے باسفورس کی موجیں شمال سے جنوب کی طرف محوِ خرام تھیں، جن کے یہاں چھوٹی کشتیاں اور درمیانے حجم کے جہاز رواں دواں تھے، اور ان سب کے پیچھے ایشیائی ساحل پر سبز پوش پہاڑیاں اور ان پر بنی ہوئی خوبصورت عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔

اس چھوٹی سی آبی گذرگاہ نے تاریخ کے کیسے کیسے انقلابات دیکھے ہیں، تصور میں سامنے کے ایشیائی ساحل پر کسریٰ کی وہ عظیم فوج خیمہ زن نظر آئی جس نے قیصر روم کو مسلسل شکستیں دے کر قسطنطنیہ میں محصور کر دیا تھا، لیکن پھر اچانک قرآنِ کریم کی وہ حیرت انگیز پیشین گوئی پوری ہوئی کہ "رومی عنقریب اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب آجائیں گے" اور کسریٰ کی فوجوں کو یہاں سے بھاگنا پڑا، کبھی باسفورس کے پار ترک مجاہدین کے گھوڑے دوڑتے دکھائی دیئے، کبھی سلطان محمد فاتح کی ترکتازیاں نگاہوں کے سامنے آئیں، کبھی باسفورس کے پانی میں عثمانی بحری بیڑہ حرکت کرتا نظر آیا، کبھی یہاں آگ اور دھوئیں کے بادل اٹھتے محسوس ہوئے، غرض تصورات کی رو تھی جو یہاں چلتے ہوئے باسفورس کے ساتھ ساتھ بہتی رہی، یہاں تک کہ وہ خلیجِ طرابیہ جس کے کنارے میرا ہوٹل واقع تھا، اس کا موڑ آگیا۔

یہ خلیج طرابیہ عثمانی عہد سے بیرونِ ملک کے سفراء کی آبادی تھی، اور یہاں غیر ملکی سفارت خانے ہوا کرتے تھے، لیکن آج یہ استنبول کا ایک مضافاتی محلّہ ہے جس میں زیادہ تر ہوٹل، ریستوران اور چھوٹے چھوٹے تفریحی مقامات بنے ہوئے ہیں، خلیج میں بہت سی چھوٹی چھوٹی کشتیاں پڑی رہتی ہیں جو باسفورس عبور کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔

خشکی پر جہاز چلانے کی جگہ۔ قاسم پاشا

یہاں سے ہم قاسم پاشا گئے، یہ گولڈن ہارن کا وہ کنارہ ہے جہاں سے سلطان محمد فاتح نے اپنے جہاز خشکی سے گذار کر سمندر میں اتارے تھے۔ یہ جگہ آج بھی کشتیوں کی چھوٹی بندرگاہ کے طور پر استعمال ہو رہی ہے اور یہاں

ترکی بحریہ کی ایک چوکی بھی ہے، یہاں ہم گاڑی سے اترے اور اس سمت نظر ڈالی جہاں سے یہ جہاز لا کر سمندر میں ڈالے گئے تھے۔ یہ واقعہ تاریخ میں تو بار بار پڑھا تھا، اور اس پر تعجب بھی ہوا تھا، لیکن یہاں پہنچ کر تو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس لئے کہ یہاں کھڑے ہو کر باسفورس کی اس سمت دیکھیں جہاں سے یہ جہاز لائے گئے تھے تو بیچ میں کئی بلند پہاڑ نظر آتے ہیں جو عرض میں دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ سطح خشکی پر سے جہاز لے جانا بھی بذات خود بہت حیرت انگیز تھا، لیکن ان پہاڑوں پر جہازوں کو چڑھا کر اتارنا تو اس قدر محیر العقول ہے کہ اگر کوئی شخص اس علاقے کو دیکھ کر اس کا تصور کرے تو پسینہ آ جائے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ ان پہاڑوں کو دیکھنے کے بعد کوئی شخص یہ ارادہ ہی کیسے کر سکتا ہے کہ وہ ان پر جہاز چڑھا کر لے جائے گا۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کو اپنے کسی بندے سے کوئی کام لینا ہوتا ہے تو اس کو عزم و ہمت بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ دس میل کے اس انتہائی ناہموار پہاڑی علاقے پر جہاز لے جانے کی تجویز کا ذہن میں آنا، اس پر عملدر آمد کا حوصلہ پیدا ہونا، اور ایک رات میں اس منصوبے کو پورا کر لینا یقیناً سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔

یہیں سے "گولڈن ہارن" کا بھی قریب سے نظارہ کیا، یہ ایک مستطیل خلیج ہے، جو باسفورس سے مشرق میں خشکی کی طرف نکل آئی ہے۔ اور اس کی شکل "سینگ" کے مشابہ ہے، کسی نے قسطنطنیہ کی فصیل سے طلوع آفتاب کے وقت اُسے دیکھا تو سورج کی کرنوں کی وجہ سے اس کا رنگ سنہرا نظر آ رہا تھا، اس لئے اس نے کہا کہ یہ ایک "سنہرا سینگ" ہے، اس وقت سے اس کا نام "گولڈن ہارن" (سنہرا سینگ) مشہور ہو گیا جسے عربی میں "القرن الذهبی" اور فارسی میں "شاخِ زرّیں" بھی کہا جاتا ہے۔ استنبول کی بندرگاہ بھی اسی خلیج میں واقع ہے، اور یہ شہر کے شمالی اور جنوبی حصوں کے درمیان حدّ فاصل ہے، اور ایک حصے سے دوسرے حصے میں جانے کے لئے اس پر کئی پل بنے ہوئے ہیں جن پر ہر وقت ٹریفک کا ہجوم رہتا ہے۔

بُرج غَلَاطَه

یہاں سے ہم لوگ استنبول کے قدیم ترین برج "غلاطہ" گئے۔ یہ ایک نہایت قدیم ٹاور ہے، جس کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہ ۵۰۷ء میں (یعنی تقریباً ۱۴۸۰ سال پہلے) رومی حکومت نے جہازوں کی راہنمائی کے لئے لائٹ ہاؤس کے طور پر تعمیر کیا تھا، اور شاید اپنے زمانے میں بلند ترین ٹاور سمجھا جاتا تھا، بعد میں اس کی توسیع و مرمّت ہوتی رہتی ہے۔ اب بھی باہر سے اس پر قدامت کے آثار نمایاں ہیں، لیکن ابھی تک یہ پوری طرح

قابلِ استعمال ہے۔ یہ ٹاور مسلمانوں کی فتحِ قسطنطنیہ سے پہلے شہر سے باہر گولڈن ہارن کے شمالی ساحل پر واقع تھا۔ اور یہاں یورپ کے تجار آباد تھے۔ اس بستی کا نام غلاطہ (Galata) تھا۔ اسی کے نام پر یہ برج موسوم ہے۔

یہ دس منزلہ برج ہے۔ اب اوپر جانے کے لئے اس میں لفٹ لگی ہوئی ہے جو ساتویں منزل تک جاتی ہے، اس کے بعد تین منزلیں زینے کے ذریعے طے کی جاتی ہیں، یہاں سے استنبول کا نظارہ بڑا دلکش ہے۔ جس جگہ لفٹ جاکر ختم ہوتی ہے، وہاں ایک متوسط سائز کا کمرہ ہے جس میں کچھ آثارِ قدیمہ محفوظ ہیں۔ اسی کمرے کی ایک دیوار پر چمڑے کے بنے ہوئے دو پَر لٹکے ہوئے ہیں، اوران کا تعارف کراتے ہوئے برابر میں ترکی اور انگریزی زبان میں ایک عبارت لکھی ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پَر اس مسلمان مہم جُو خدافین احمد کے بنائے ہوئے ہیں جس نے ان پروں کے ذریعے سترہویں صدی عیسوی میں فضا میں اُڑنے کا کامیاب تجربہ کیا تھا۔ اس شخص نے سلطان مراد چہارم کے زمانے (۱۶۲۳ء تا ۱۶۴۰ء) میں بُرج غلاطہ سے ان پَروں کے ذریعے باسفورس پر پرواز کی تھی۔ اور باسفورس کے ایشیائی ساحل اسکودار سے ہوتا ہوا ایک مقام "اسکوتاری" تک چلا گیا تھا، گویا تقریباً آٹھ میل کا فاصلہ اس نے اڑ کر طے کیا تھا۔ تاریخ میں انسان نے پر لگا کر ہوا میں اڑنے کے بہت سے تجربے کئے ہیں۔ غالباً سب سے پہلا تجربہ عربی کے مشہور لغوی اسماعیل بن حماد جوہری نے کیا تھا، لیکن یہ تجربہ ناکام رہا، اور وہ اسی تجربے میں ہلاک ہوئے۔

قصرِ یَلْدَزْ

خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد یہ محل کافی عرصے تک بند رہا، لیکن اب اس محل کو "**مرکز الابحاث**" کا مستقر بنادیا گیا ہے، یہ ایک سادہ سا محل ہے، جس میں شاہانہ ٹھاٹ باٹ کا کوئی انداز نظر نہیں آتا۔ سلطان عبدالحمید آخری دورِ خلافت عثمانیہ کے بڑے غنیمت خلیفہ تھے، یہیں رہا کرتے تھے، ان کے دفاتر بھی اسی عمارت میں تھے، تمام عمارتیں بہت سادہ ہیں، اور تکلّف و تصنّع کا نام نہیں ہے۔

یہ محل استنبول کے درمیانی علاقے میں ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے جہاں سے استنبول شہر بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ اب محل سے باہر اس پہاڑی پر ایک تفریحی پارک بنا ہوا ہے۔ محل کے دروازے سے بالکل متصل ایک مسجد ہے جو سلطان عبدالحمید ہی نے تعمیر کی تھی، اور وہ اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے، ہم مذاکرے کے اجلاسات کے دوران اسی مسجد میں نمازیں پڑھتے رہے۔ یہ ایک خوبصورت مسجد ہے، اور ترکی کی مساجد کا مشترک سانچہ یہاں بھی جلوہ گر ہے۔ چونکہ یہ مسجد سلطان عبدالحمید کی یادگار ہے، اس لئے اس میں کئی یادگاریں بھی محفوظ

ہیں۔ جن میں سب سے جلیل القدر یادگار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہے۔ لیکن اس کی زیارت بھی ہر وقت نہیں ہوسکتی، اس کے لئے خاص تاریخیں مقرر ہیں۔

اسی مسجد میں قرآن کریم کا ایک نہایت قدیم قلمی نسخہ بھی ہے جو خطِ کوفی میں لکھا ہوا ہے، اس پر لکھی ہوئی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری صدی ہجری میں لکھا گیا، اور ایک کونے پر "بخط حضرت علیؓ" بھی لکھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

منبر پر صنوبر کی بنی ہوئی ایک نفیس رحل رکھی ہوئی ہے جس پر ہاتھی دانت کا کام ہے۔ امام صاحب نے بتایا کہ یہ سلطان عبدالحمید کے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے۔ سلطان عبدالحمید کو لکڑی کے کام کا بہت شوق تھا، اور مسجد کے لئے لکڑی کی کئی چیزیں انہوں نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھیں۔

عام طور سے بادشاہ اور سربراہانِ مملکت مسجدیں محل کے اندر بنوایا کرتے تھے، لیکن یہ مسجد محل کے دروازے سے باہر ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ سلطان عبدالحمید نے ایسی مسجد میں نماز پڑھنا پسند نہ کیا ہو جس میں عام لوگ داخل نہ ہوسکیں، اسی لئے اس مسجد کو باہر رکھا ہو۔ واللہ اعلم۔

جامع مسجد سلیمانیہ

یہاں سے ہم استنبول کی مشہور تاریخی مسجد "جامع سلیمانیہ" دیکھنے کے لئے گئے۔ یہ مسجد اپنی وسعت کے لحاظ سے استنبول کی سب سے بڑی مسجد ہے، اور فنِ تعمیر کے لحاظ سے دُنیا کی گنی چنی مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ یہ مشہور عثمانی خلیفہ "سلیمانِ اعظم" کے دور میں تعمیر ہوئی تھی جو ترکی خلافت کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا، اس دور کے شہرۂ آفاق معمار "زینان" نے اس کی تعمیر میں اپنے فن کی تمام صلاحیتیں صرف کردی تھیں۔ یہ وہی زینان ہے جس کا نام سول انجینئرنگ کے میدان میں آج بھی مشہور ومعروف ہے۔ سلیمانِ اعظم کے حکم پر زینان نے یہ مسجد دسویں صدی ہجری (سولہویں صدی عیسوی) میں تعمیر کی تھی، اور اس کا سنگِ بنیاد شیخ الاسلام ابوالسعود آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا۔

مسجد کے مرکزی دروازے کے ساتھ ہی دائیں جانب وضو کا بہترین انتظام ہے۔ نمازِ ظہر کا وقت ہوچکا تھا، ہم نے یہیں پر وضو کیا، اور نمازِ ظہر اسی مسجد میں ادا کی۔

دنیا کے بے شمار قیمتی پتھروں سے مزیّن

دنیا بھر کے بے شمار اقسام کے پتھروں سے مزین یہ مسجد ایک وسیع ہال پر مشتمل ہے، جس کی ہر جانب میں

فنکاری کے دلآویز نمونے جلوہ گر ہیں، کہتے ہیں کہ جو پتھر اس مسجد میں استعمال کئے گئے ہیں، انہیں یہاں تک لانے کے لئے بار برداری کا خرچ اُن کی اصل قیمت سے زیادہ ہوتا تھا، اکثر پتھر پندرہ سوکلوگرام کے ہوتے تھے، جو بیل گاڑیوں میں لائے جاتے تھے، اور بعض اوقات زیادہ وزنی پتھروں کو منتقل کرنے کے لئے بیلوں کی دس دس جوڑیوں پر مشتمل گاڑیاں استعمال کی جاتی تھیں۔

محراب و منبر پر نہایت پُرشکوہ

مسجد کے منبر اور محراب سلطان احمد کی طرح انتہائی پُرشکوہ ہیں۔ یہ ہال ۶۹ میٹر لمبا اور ۶۳ میٹر چوڑا ہے، اور اس میں ۱۳۸ کھڑکیاں ہیں۔ ہال میں جگہ جگہ ایسی شمعیں آج بھی نصب ہیں جو کم از کم دس دس فیٹ اونچی اور تین تین فیٹ موٹی ہیں، رات کے وقت ان شمعوں سے روشنی کی جاتی تھی لیکن اس بات کا اندیشہ تھا کہ شمعوں سے اُٹھنے والا دھواں دیواروں کو خراب کردے گا، اس لئے شمعوں کے اوپر خوبصورت چمنیاں بنائی گئی تھیں جو سارا دھواں اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں، اور اس میں بھی اس بات کا اہتمام تھا کہ چمنیوں کے اندر کا یہ دھواں بھی بیکار نہ جائے، چنانچہ اس دھویں سے جو سیاہی پیدا ہوتی تھی، اس سے لکھنے کے لئے روشنائی تیار کی جاتی تھی۔

تاریخ میں ہے کہ جس زمانے میں اس مسجد کی تعمیر ہورہی تھی، اس زمانے میں کسی وقت کسی مجبوری سے کچھ دن کے لئے تعمیر کا کام روکنا پڑا۔ ایران کے بادشاہ طہماسپ کو اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے ایک ایلچی کے ذریعے سلیمانِ اعظم کے پاس بہت بھاری رقم اور کچھ قیمتی جواہر ارسال کئے، اور پیغام بھیجا کہ اس مسجد کی تعمیر میں ہم بھی حصہ لینا چاہتے ہیں، اس لئے یہ رقم اور جواہر فروخت کرکے اس کی قیمت مسجد میں لگالی جائے۔

جب ایلچی سلیمان اعظم کے پاس پہنچا تو اس نے وہ رقم فوراً مساکین کو تقسیم کرنے کے لئے اپنے کسی آدمی کے حوالے کی اور سفیر سے کہا کہ: ''تم لوگ نماز تو پڑھتے نہیں ہو، پھر تمہاری رقم مسجد میں کیسے لگائی جائے۔'' اور جواہر کے بارے میں حکم دیا کہ ''ہم نے مسجد کے میناروں میں انواع واقسام کے پتھر استعمال کئے ہیں، یہ جواہر مینار کے پتھروں کے طور پر استعمال کئے جائیں''۔ سفیر یہ سن کر بھونچکا رہ گیا، لیکن سلیمانِ اعظم نے اپنے اسی فیصلے پر عمل کیا۔

صلیب والا پتھر اور یورپ کی سازش

ہمارے رہنما خیر اللہ دمری صاحب نے اسی دَور کا ایک اور عجیب واقعہ سنایا۔ اور وہ یہ کہ جامع سلیمانیہ کی تعمیر کے دوران یورپ کے کسی ملک (غالباً اٹلی) کے ایک کلیسا نے اپنے ملک کے سُرخ سنگِ مرمر کی ایک بہترین

سل تحفے میں بھیجی، اور یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ سل اس مسجد کی محراب میں لگالی جائے۔ جب سل پہنچی تو زینان معمار نے سلیمانِ اعظم سے کہا کہ میں یہ سل محراب میں لگانا مناسب نہیں سمجھتا، اگر آپ فرمائیں تو اسے مسجد کے ایک دروازے کی دہلیز میں لگادیا جائے، سلیمان اعظم نے اس رائے کو پسند فرمایا، اور وہ پتھر دہلیز میں لگادیا گیا۔

زینان کو یہ بھی شبہ تھا کہ ان اہل کلیسا نے اس پتھر میں کوئی شرارت نہ کی ہو چنانچہ اس نے ایک روز امتحاناً اس پتھر کو کسی خاص مسالے سے گھس کر دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے؟ گھسنے کے بعد اسی پتھر کے اندر سیاہ رنگ کی ایک صلیب بنی ہوئی نمودار ہوئی۔ یہ پتھر آج بھی دروازے کی دہلیز میں نصب ہے، اور اس میں صلیب کا نشان آج بھی نظر آتا ہے، جو اب قدرے دھندلا گیا ہے، لیکن پھر بھی خاصا واضح ہے، جو ان اہل کلیسا کے مکروفریب اور مسجد کے معماروں کی فراست وبصیرت کی گواہی دے رہا ہے۔

سلیمانِ اعظم کا مزار

مسجد کے باہر ایک احاطے میں بہت سی قبریں بنی ہوئی ہیں، جن میں سے ایک قبر سلیمانِ اعظم کی بھی ہے۔ ان کے مزار پر بھی حاضری ہوئی۔

سلیمان اعظم کا تعارف

سلیمانِ اعظم کا دور سلطنتِ عثمانیہ کی تاریخ کا سب سے درخشاں دور ہے، یہ خلافتِ عثمانیہ کے اسی عروج کا زمانہ ہے جس کی سرحدیں زوال سے جاملا کرتی ہیں۔ سلیمانِ اعظم نے ۹۲۶ ھ سے ۹۷۴ ھ تک اڑتالیس سال جس جاہ وجلال اور دبدبے کی حکومت کی، اس کی نظیریں تاریخ اسلام، بلکہ تاریخ عالم میں بھی، خال خال ہیں۔ اس زمانے میں خلافتِ عثمانیہ اپنی وسعت، قوت اور خوشحالی میں اوجِ کمال کو پہنچ گئی تھی، اور شاید تاریخ اسلام میں اتنی وسیع حکومت کسی اور کو حاصل نہ ہوئی ہو۔ یورپ، ایشیا اور افریقہ تین براعظموں کے بڑے بڑے خطے اس کے زیرِ نگیں تھے، اور ہنگری سے لے کر بحرِ ہند تک اس کی شوکت وعظمت کا پرچم لہراتا تھا۔

سلیمانِ اعظم بذاتِ خود بڑا عادل اور انصاف پسند انسان تھا، اس کے عہد میں (ایک دو افسوسناک واقعات کے سوا) عدل وانصاف کا دور دورہ تھا، اس نے (شاید پہلی بار) اپنی سلطنت کے لئے ایک باقاعدہ قانون مدوّن کیا تھا۔ اور اسی لئے اس کو "سلیمان قانونی" بھی کہا جاتا ہے۔ اُس کے عدل وانصاف کی وجہ سے مسیحی علاقوں کے باشندے ترکِ وطن کر کے اس کے علاقے میں آباد ہوتے تھے۔ سلطنت کے انتظام اور عدل وانصاف کے معاملے میں وہ اتنا سخت تھا کہ اس نے خود اپنے داماد فرہاد پاشا کو رشوت اور ظلم کی بنا پر ایک صوبے کی حکومت

سے معزول کیا، پھر فرہاد پاشا کی بیوی اور سلیمان کی والدہ نے بڑی التجاؤں کے بعد اسے دوبارہ مقرر کرا دیا، لیکن جب اس نے دوبارہ بدعنوانیاں شروع کیں تو اسے معزول کر کے قتل کرا دیا۔

کتب خانہ سلیمانیہ

جامع مسجد کے مرکزی دروازے کے سامنے ایک وسیع عمارت اور ہے جو خلافتِ عثمانیہ کے دور میں ایک بڑے دارالعلوم کے طور پر استعمال ہوتی تھی، اور اب اسے ایک کتب خانے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ کتب خانہ استنبول کے عظیم ترین کتب خانوں میں سے ہے۔ استنبول چونکہ صدیوں عالم اسلام کا مرکز رہا ہے، اس لئے اس کے کتب خانے بھی عالم اسلام کے عظیم کتب خانے شمار ہوتے ہیں، اور اب کتب خانہ سلیمانیہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے کتب خانوں کو ضم بھی کر دیا گیا ہے، اور اس طرح اس کی ثروت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

ہم نے اس کتب خانے کی بھی سیر کی، لیکن اس حسرت کے ساتھ کہ اس سے استفادے کا وقت نہیں تھا۔ یہاں ایسی کتابوں کے نادر مخطوطات کی بہت بڑی تعداد محفوظ ہے جن کا ہم نے صرف نام ہی سنا تھا، کبھی زیارت کی نوبت نہیں آئی تھی، اور بہت سے ایسے مخطوطات بھی نظر سے گذرے جن کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ ایک طالب علم کے لئے یہ جگہ ایک آدھ گھنٹہ سیر کرنے کی نہیں، مہینے گزارنے کی ہے۔

زینان معمار کا تعارف

سلیمان اعظم کے مزار کے قریب ہی جامع سلیمانیہ کے معمار زینان کی قبر بھی بنی ہوئی ہے، یہ تاریخ کا وہ مشہور معمار ہے جس کو فنِ تعمیر کا امام مانا گیا ہے۔ تاریخ میں ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں ایک سو چھتیس مسجدیں، ستاون مدرسے، سات مکتب، بائیس مقبرے، بائیس طعام خانے، تین ہسپتال، چودہ پُل، بیس مسافر خانے، پینتیس محل، اکتالیس حمام اور آٹھ گودام تعمیر کئے۔ اس طرح ترکی میں اس کی تین سو ساٹھ یادگاریں اس کے مرنے کے بعد محفوظ رہیں۔ ان یادگاروں میں جامع سلیمانیہ اس کا سب سے بڑا شاہکار ہے، جس کے بارے میں برنارڈ لوئس لکھتا ہے:

> "جامع سلیمانیہ زینان کا حسین ترین فنی شہ پارہ ہے، اور زینان باتفاق مؤرخین سب سے بڑا معمار تھا۔"

ترکی کی مساجد کا گول گنبد والا ہونا

ہمارے راہنما نے یہ بھی بتایا کہ ترکی میں تمام مساجد گول گول گنبدوں پر مشتمل نظر آتی ہیں یہ اُسی معمار کی ایجاد ہے، اس سے پہلے کی مساجد بغیر گنبد کے ہوتی تھیں اور ان کی چھتیں عام عمارتوں کے برابر ہوتی تھیں جس کی

وجہ سے مسجدوں میں گھٹن اور نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے شدید حبس ہو جاتا تھا، سب سے پہلے زینان معمار نے مساجد کو بلند اور متعدد گول گنبدوں والی بنوانی شروع کیں جس کی وجہ سے مذکورہ دونوں خرابیاں دور ہو گئیں اور مساجد کی پختگی کی عمر بھی دراز ہو گئی، اس لئے اب ترکی میں ہر جگہ اسی طرز کی مساجد نظر آتی ہیں اور زمانہ دراز گذرنے پر بھی ان میں کوئی بڑی خرابی اور کمزوری نہیں آئی۔ چنانچہ جمعہ کی نماز بھی ان میں ادا کرنے کا موقعہ ملا، ان مساجد کا نمازیوں سے پوری طرح بھرنے کے باوجود ان میں کسی قسم کی گھٹن یا حبس محسوس نہیں ہوا۔

بہر حال راہبر کی اس وضاحت سے ذہن میں ابھرنے والے سوال کا جواب مل گیا جو یہ تھا کہ ترکی میں جہاں بھی دیکھو تمام مساجد تقریباً ایک طرز کی ہیں اور ان میں ایک سے زیادہ گنبد ہیں، درمیانی گنبد سب سے بڑا باقی چھوٹے ہوتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اوپر کی وضاحت سے اس کا جواب مل گیا۔

ایک یا دو مینار والی مساجد

راہنما نے ایک دلچسپ بات یہ بھی بتائی کہ بعض مساجد ایک مینار والی ہیں، بعض چار مینار اور بعض اس سے بھی زیادہ مینار والی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مسجد کسی ایک شخص نے بنوائی ہے وہ ایک مینار کی ہوتی ہے، جو مسجد میاں بیوی دونوں نے ملکر بنوائی وہ دو مینار والی ہے اور جو مساجد دو سے زیادہ افراد یا حکومت نے بنوائی ہیں وہ دو سے زیادہ مینار والی ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

بند بازار (قپالی جارشی)

جامع سلیمانیہ سے ہم واپس ہوٹل آ گئے، عصر کے بعد خیر اللہ دمرسی صاحب مجھے استنبول کے مشہور قدیم بازار قپالی جارشی لے گئے۔ یہ ایک خوبصورت مسقّف بازار ہے۔ جو سلطان محمد فاتح نے تعمیر کیا تھا۔ اس پورے بازار پر خوبصورت اور منقش محرابوں کی شکل میں پختہ چھت پڑی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے یہ بند بازار کہلاتا ہے۔

پرانے زمانے میں مسقّف بازاروں کا جو رواج تھا، ان میں سے پاکستان ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب، شام اور مصر وغیرہ کے بازار میں نے دیکھے ہیں، لیکن اپنے نظم وضبط پختگی اور عمارتی حسن کے لحاظ سے یہ بازار ان سب پر فائق ہے۔ اس کا ایک مرکزی دروازہ ہے، جس میں داخل ہونے کے بعد دور تک محرابی چھتوں کا سلسلہ اور دو رویہ منظم دکانیں بڑا خوشنما منظر پیش کرتی ہیں۔ اس بازار میں ۳۲۱ دکانیں، چھ غسل خانے، پانچ مسجدیں اور ۶۵ گلیاں ہیں۔ اور ہر قسم کی ضروریات یہاں مل جاتی ہیں۔ یہ ترکی کی مصنوعات کا اہم مرکز ہے۔ قیمتوں کا معیار بھی مناسب ہے، اور یہاں سے کچھ مختصر سی خریداری خاصی دلچسپ رہی۔

ایمریگان پارک

استنبول کا ایک قدیم خوبصورت پارک ایمریگان پارک کہلاتا ہے، اور روایت یہ ہے کہ یہ پارک سلطان محمد فاتح کی بیٹی نے بنوایا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ کے زمانے میں یہ شہر کی بہترین تفریح گاہ تھی۔ یہ پارک باسفورس کے یوروپی ساحل پر ایک بتدریج بلند ہوتی ہوئی پہاڑی کے اوپر واقع ہے۔ اوپر کھڑے ہوکر باسفورس کی طرف دیکھیں تو باغ کے کئی تختے تھوڑے تھوڑے نشیبی فاصلے سے طویل وعریض سیڑھیوں کی طرح سمندر میں اترتے دکھائی دیتے ہیں۔ استنبول کی زمین اور اس کی پہاڑیاں یوں بھی بہت سرسبز شاداب ہیں۔ لیکن اس پارک میں یہ سبزہ وگل جس نظم وضبط کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں اس نے ان کی رعنائی میں چار چاند لگادیئے ہیں، یہ مہینہ اگرچہ مارچ کا تھا، لیکن ابھی سردی کافی تھی، اور سبزہ ابھی خزاں کے شکنجے سے نہیں نکلا تھا، ورنہ رہنماؤں کا بیان تھا کہ موسم بہار میں یہاں سبزہ پھولوں سے ڈھک جاتا ہے۔ پارک میں طویل روشیں، جگہ جگہ خوبصورت تالاب اور درختوں کے سائے میں بیٹھنے کے خوش منظر مقامات بنے ہوئے ہیں، اور ہر جگہ سے سامنے بہتی ہوئی باسفورس اور اس کے پس منظر میں ایشیائی ساحل کی پہاڑیاں دیدہ ودل کو شاداب کرتی رہتی ہیں۔

پارک کے بیچوں بیچ ایک شاندار قدیم عمارت بنی ہوئی ہے جو "قصرِ اصفر" کہلاتی ہے۔ یہ عثمانی عہد کے ایک جرنیل اسماعیل خدیو پاشا کا محل ہے جو اب اس تفریح گاہ کے ریستوران کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔

بہرکیف! یہ پارک عثمانیوں کی جمالیاتی حسن کا آئینہ دار اور ان کی خوش مذاقی کی بہترین یادگار ہے۔

رومیلی حصار

یہاں سے ہم سلطان محمد فاتح کے بنائے ہوئے قلعے "رومیلی حصار" کو دیکھنے گئے جسے دیکھنے کا مدت سے اشتیاق تھا۔ میں فتح قسطنطنیہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ بایزید یلدرم نے آبنائے باسفورس کو کنٹرول کرنے کے لئے اس کے ایشیائی ساحل پر اس جگہ ایک قلعہ تعمیر کیا تھا جہاں باسفورس کی چوڑائی سب سے کم ہے۔ بایزید یلدرم کے بنائے ہوئے اس قلعے کا نام "اناضول حصار" ہے۔ لیکن سلطان محمد فاتح نے محسوس کیا کہ باسفورس پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے کے لئے صرف "اناضول حصار" کافی نہیں ہے۔ اس لئے اس نے "اناضول حصار" کے بالکل سامنے یوروپی ساحل پر ایک اور قلعہ تعمیر کیا۔ اسی قلعے کا نام "رومیلی حصار" ہے۔

اس قلعے کی تعمیر بھی سلطان محمد فاتح کا ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہے۔ یہ تاریخی عمارت جس کا نقشہ سلطان محمد فاتح کے ایک انجینئر مصلح الدین آغا نے تیار کیا تھا، تین ہزار مربع میٹر کے رقبے میں پھیلی ہوئی ہے، اور سترہ برجوں

پر مشتمل ہے۔ اس قلعے کا نقشہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز سے اسے دیکھے تو "محمد" لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ سترہ برجوں میں سے تین برج بہت بلند ترین برج جو "سردکا" کہلاتا ہے، سات منزل (تقریباً نوے فیٹ) بلند ہے، جس کی دیوار نو میٹر آثار کی ہے۔ فصیل کی دیواریں پانچ سے پندرہ میٹر تک بلند ہیں۔

اس تفصیل کے ساتھ جو بات محیر العقول حد تک عجیب ہے وہ یہ کہ یہ پورا قلعہ صرف چار مہینے چار دن میں تیار ہوا تھا۔ اس کی تعمیر ۲۴ را پریل ۱۴۵۲ء کو شروع ہوئی اور ۲۸ راگست ۱۴۵۲ء کو مکمل ہوگئی۔ آج جبکہ فنِ تعمیر کہاں سے کہاں پہنچ چکا ہے، شاید ایسے قلعے کا نقشہ بھی چار مہینے میں تیار نہ کیا جا سکے۔

آج کل اس قلعے کا کچھ حصہ تو شاید فوجی چوکی کے طور پر استعمال ہو رہا ہے، لیکن بیشتر حصہ ایک تاریخی یادگار کے طور پر سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہے۔ قلعے کے پرشکوہ دروازے سے اندر داخل ہوں تو ایک طویل صحن میں کچھ تاریخی اشیاء رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سلطان محمد فاتح کی ایک توپ ہے۔ جو قسطنطنیہ کی فتح میں استعمال ہوئی تھی، اسی کے ساتھ ایک توپ سلطان عبدالحمید کی طرف منسوب ہے۔ اور یہیں فرش پر اس زنجیر کے چار حلقے پڑے ہوئے ہیں جو رومیوں نے گولڈن ہارن کے دہانے پر باندھا تھا تاکہ عثمانیوں کے جہاز گولڈن ہارن میں داخل نہ ہو سکیں۔ یہی وہ زنجیرہ تھا جس کی وجہ سے سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں خشکی پر جہاز چلانے کا عجوبہ ظہور میں آیا۔

بہرکیف! یہ قلعہ جس کا تذکرہ کہیں بچپن میں پڑھا، اور تصور نے اس کے نہ جانے کتنے خاکے بنائے تھے، آج اسے دیکھنے کا شوق پورا ہوا۔

باسفورس کا پل اور ایشیائی استنبول

یہاں سے ہماری منزل استنبول کا ایشیائی حصہ تھا جو "اسکودار" کہلاتا ہے، باسفورس عبور کرنے کے لئے استنبول کے مختلف حصوں سے کشتیاں بھی چلتی ہیں، لیکن اب باسفورس پر ایک نہایت عالیشان نیا پل بنا دیا گیا ہے جس نے یورپ اور ایشیا کو سڑک کے راستے سے باہم ملا دیا ہے۔ یہ پل ۱۹۷۳ء میں گاڑیوں کے لئے کھولا گیا تھا۔ یہ ایک معلق پل ہے، جس کے صرف کناروں پر دو دو آہنی ستون ہیں۔ دو ستون ایشیا میں اور دو یورپ میں۔ اور بیچ میں سمندر پر کوئی ستون نہیں ہے۔ اس کے بجائے پل کو اوپر سے ہلالی شکل میں لٹکے ہوئے دو لوہے کے مضبوط رسّوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ اس پل کی لمبائی ایک ہزار چوہتر میٹر ہے، اور چوڑائی تینتیس اعشاریہ چالیس میٹر ہے، یہ سمندر سے چونسٹھ میٹر بلند ہے، اور اس کے دونوں کناروں پر کھڑے ہوئے ستون ایک سو پینسٹھ میٹر اونچے ہیں۔ اگر سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو پل پر چلتی ہوئی کاریں کافی چھوٹی دکھائی دیتی ہیں، اور

اتنی بلندی اس لئے رکھی گئی ہے تا کہ باسفورس سے ہمہ وقت گذرتے ہوئے جہازوں کے لئے یہ رکاوٹ نہ بنے، اور جہاز اس کے نیچے سے گذر جائیں۔ اور اس طرح یہ انتہائی خوبصورت، پر شکوہ اور مصروف پل ہے جس پر سے روزانہ اوسطاً دو لاکھ گاڑیاں آبنائے باسفورس کو عبور کرتی ہیں، اور کوئی وقت ایسا نہیں ہے جس میں گاڑیوں کا ایک ریلا اس پر رواں دواں نظر نہ آتا ہو۔

ہم نے اسی پل کے ذریعے باسفورس کو عبور کیا، استنبول کا ایشیائی حصہ "اسکودار" کہلاتا ہے، اور ترکی کے اس پورے خطے کو جو ایشیا میں واقع ہے "اناطولیہ" کہتے ہیں۔ پل پار کر کے ہم "اسکودار" میں داخل ہو گئے۔ شہر کا یہ ایشیائی حصہ بھی بڑا خوبصورت اور بہت وسیع و عریض ہے۔

جاری ہے.....

اصلاح وایضاح

حضرت اقدس سیّدی واستاذی شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظکم اللہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

خدا کرے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں

وأسأل الله أن يطيل حياتكم الطيبة المباركة وأن يديم بركاته للأمة بكل شفاء وأسبغ الله عليكم ثوب العافية

استاد محترم! آنجناب کی کتاب "فقہی مقالات" میں زکوۃ کے متعلق آپ کا ایک مقالہ ہے جو درحقیقت آنجناب کا ایک خطاب ہے جو آپ نے زکوۃ کے موضوع پر ہونے والے ایک سیمینار میں فرمایا تھا۔

آج کل یہ ایک رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا گیا ہے۔ جو زکوۃ کے ضروری مسائل میں انتہائی زیادہ نافع ہے۔ بعض ساتھیوں نے مجھ سے اس میں ایک مسئلہ کے متعلق استفسار کیا تو مجھے اس مسئلہ میں کچھ شبہ معلوم ہوا۔ جس میں بظاہر کاتب سے کچھ تفصیل رہ گئی ہے۔ سونے کے زیور کے بارے میں اس میں لکھا گیا ہے کہ:

"زکوۃ ادا کرتے وقت زیور میں نگینوں کی قیمت اور کھوٹ کو نکالا جائے گا، صرف خالص سونے پر زکوۃ ادا کی جائے گی۔" (فقہی مقالات، ۱۷۰/۳)

اس مسئلہ کے متعلق عرض یہ ہے کہ سونے کے زیور میں چونکہ نگ وغیرہ کو الگ کیا جاسکتا ہے اس لئے ان پر تو زکوۃ نہیں۔ مگر سونے میں کھوٹ کو الگ نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا اس میں غالب کا اعتبار کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ صاحب نے فتاویٰ رحیمیہ میں لکھا ہے کہ: "سونے اور دھات کو گلا کر ایک کردیا ہو، سونا ممیّز نہ ہوتو جو چیز غالب ہوگی کل اسی کے حکم میں ہوگا، اگر سونا غالب ہوتو کل سونے کے حکم میں ہوگا اور اگر دھات غالب ہوتو کل دھات کے حکم میں ہوگا۔" (۱۵۶/۷)

درمختار میں ہے، وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وماغلب غشه منها يقوم كالعروض.

شامی میں ہے، قوله : وغالب الفضة الخ لأن الدراهم لاتخلوا من قليل غش لانها لاينطبع

الابه فجعلت الغلبه فاصلة ، ومثلها الذهب.قوله : فضة وذهب : أى فتجب زكوتهما لازكوة العروض . (شامی ، باب زكوة المال)

امداد الفتاویٰ میں ہے: "ذہب وفضہ کے ساتھ غیر ذہب وفضہ کے مخلوط ہونے کی دوصورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ دونوں متمیز ہوں اور گلا کر نہ ملائے گئے ہوں۔اس میں تو مجموعہ کا ایک حکم نہ ہوگا۔ذہب وفضہ کی مقدار میں ذہب وفضہ کے احکام جاری ہوں گے۔اور غیر ذہب وفضہ میں اس کے احکام جاری ہوں گے۔مثلاً بیع صرف وزکوۃ میں صرف مقدار ذھب وفضہ معتبر ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک دوسرے سے متمیز نہ ہوں۔اور گلا کر دونوں کو ایک کر دیا ہو، اس میں فقہاء نے کہا ہے کہ غالب کا اعتبار ہے۔یعنی اگر غالب ذہب یا فضہ ہو تو مجموعہ کو سب احکام میں ذہب وفضہ کہا جائے گا۔ اور اگر غالب دوسری چیز ہے تو مجموعہ کو دوسری چیز کے حکم میں کہیں گے۔اس میں جس قدر ذہب وفضہ ہے اس میں بھی احکام ذہب وفضہ کے جاری نہ ہوں گے۔نہ اس پر زکوۃ ہوگی، نہ احکام بیع صرف اس میں معتبر"۔

استاد محترم! اس تحریر سے میرا مقصد فقط اپنی فہم ناقص کی تصحیح اور اصلاح ہے۔لہٰذا آنجناب کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق رہنمائی فرمادیں۔آپ سے دعا کی بھی درخواست ہے۔

آپ کا شاگرد

سید انور شاہ

جامعہ بیت السلام لنک روڈ کراچی

مکرم بندہ!

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے نام آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے "فقہی مقالات" کی ایک عبارت کی وضاحت چاہی، حسب ہدایت حضرت والا جواب یہ ہے کہ مذکورہ عبارت کا تعلق اس صورت سے ہے جب سونے کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کی جائے، جس میں ہر معیار کے کھوٹ ملے

سونے کی قیمت کا اعتبار ہوگا، لہٰذا مثلاً ۱۸ کیرٹ والے سونے کی قیمت چونکہ ۲۲ کیرٹ والے سونے سے کم ہے، اس لئے ۱۸ کیرٹ والے سونے کی زکوٰۃ بھی ۲۲ کیرٹ والے سونے کی زکوٰۃ سے کم ہوگی۔ ''فقہی مقالات'' میں کھوٹ کو منہا کرنے کے معنی یہ ہیں۔ تاہم چونکہ موجودہ عبارت سے صحیح معنی سمجھنے میں دشواری ہوسکتی ہے، اس لئے اس مقام پر یہ عبارت بڑھائی جارہی ہے:

''یعنی اگر خود سونے سے زکوٰۃ ادا کی جائے تو اُس پورے سونے کا ڈھائی فیصد نکالا جائے گا جس میں کھوٹ بھی شامل ہے، لیکن اگر سونے کی قیمت سے زکوٰۃ دی جائے تو اُس جیسے کھوٹ ملے سونے کی بازاری قیمت کا ڈھائی فیصد ادا کیا جائے گا، لہٰذا ۲۴، ۲۲، اور ۱۸ کیرٹ والے سونے میں ہر معیار کا اسی کی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ کا حساب کیا جائے گا''۔ (نیز ملاحظہ ہو فتاوی عثمانی، ج ۲ ص ۶۶)''

بہر کیف! توجہ دلانے پر آپ کے ممنون ہیں۔ جزاکم اللہ خیراً۔

والسلام

شاکر جاکھورا

خوشخبری
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے مایہ ناز خطبات کا مجموعہ
اصلاحی خطبات جلد ۲۵
طبع ہوکر آچکی ہے، قیمت -/350 روپے
25 جلدوں پر مشتمل کی قیمت -/8,750 روپے،
کسی بھی قریبی کتب خانہ سے طلب کریں۔
(میمن اسلامک پبلشرز 0331-2420100)
اصلاحی
خطبات
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے مایہ ناز خطبات کا مجموعہ
خطبات عثمانی جلد ۱۰
طبع ہوکر آچکی ہے، قیمت -/350 دوپے
10 جلدوں پر مشتمل کی قیمت -/3,500 روپے،
کسی بھی قریبی کتب خانہ سے طلب کریں۔
(میمن اسلامک پبلشرز 0331-2420100)
خطبات عثمانی
۱۰
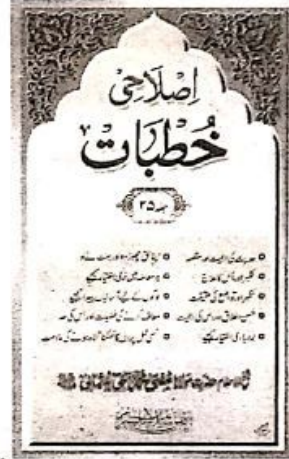
محمد عامل عثمانی، مکہ مکرمہ

سانحۂ نیوزی لینڈ سے مسلم امۃ کی قدر میں اضافہ ہوا ہے

نیوزیلینڈ کی مسجد میں مسلمانوں کے بھیانک قتل عام نے ساری دنیا خصوصاً مسلمانوں میں زبردست تشویش کی لہر پیدا کردی تھی ۔میں بھی ایک مسلمان فرد کی حیثیت سے بہت ہی کرب سے گزرا، واقعہ کے چند دنوں کے بعد میں نے نیوزی لینڈ میں مقیم ایک اسلامک مرکز کے خطیب مولانا نظام الحق تھانوی (فرزند حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ) سے رابطہ کی ٹھانی اور تھوڑی کوشش سے الحمدللہ رابطہ ہوگیا۔ میں نے نظام الحق صاحب سے وہاں کے المیہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اپنے صحافتی انداز کے بہت سارے سوالات کرڈالے ۔انھوں نے ان سوالوں کے جوابات بعدازاں تحریری طور پر دیئے جسے میں مضمون کی شکل میں قارئین کی نذر کررہا ہوں ۔

(یادرہے کہ ''ایمان'' ایسوسی ایشن کے وہ مولانا نظام الحق تھانوی ہی ہیں جنھیں اس واقعہ کے بعد نیوزی لینڈ حکومت نے اپنی پارلیمنٹ میں تلاوت قرآن کریم کی سعادت حاصل کرنے کی دعوت دی اور یہ تلاوت ساری دنیا میں نشر ہوئی تھی)

۱۱ر ستمبر کا واقعہ مسلمانوں کے خلاف سازش تھی لیکن نیوزی لینڈ میں پچاس افراد کی شہادت سے مسلم امۃ کی قدراورعزت میں اضافہ ہوا ہے۔

قابلِ ذکر ہے کہ وزیراعظم نے اسلامی پروٹوکول ڈریس کا خیال رکھا، برقع اور دوپٹہ اوڑھا اور پھر وہ مسلمان خواتین سے ملنے گئیں، دھشت گردحملہ کے بعد پہلے خطبے کے لیے میں نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ سے رہنمائی لی تھی۔ مولانا نظام الحق تھانوی۔

مولانا نظام الحق تھانوی بتاتے ہیں کہ " نیوزی لینڈ کی پارلیمنٹ میں تلاوت کرنے کا جو مجھے موقع ملا یہ میرے لیے بہت بڑی سعادت تھی اوراس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکرادا کیا جائے کم ہے، اللہ تعالیٰ کا خاص کرم مجھ پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لیے چنا، اور یہ ایک تاریخی واقعہ تھا، نیوزی لینڈ کی پارلیمنٹ میں یہ پہلی دفعہ ہوا کہ اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا اوراللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز مجھ کو عطا کیا، مَیں اس پر اللہ

تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس کی وجہ سے سینکڑوں غیر مسلموں کی موجودگی میں پارلیمنٹ میں تلاوت بہت توجہ کے ساتھ سنی گئی اور نہ صرف پارلیمنٹ میں بلکہ ساری دنیا میں کیونکہ لائیو ساری دنیا میں دیکھا جارہا تھا تو مسلم غیر مسلم کی قید نہیں، پوری دنیا نے اس تلاوت کو سنا۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کام لیا۔ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو بھی معاف کرے، میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا، بہر حال میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔

انھوں نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ یہاں نیوزی لینڈ میں بہت سے مراکز ہیں، بہت سی مساجد ہیں، جو انسیڈینٹ ہوا تھا وہ کرائسٹ چرچ میں ہوا تھا وہاں بھی بہت سے مراکز ہیں لیکن چونکہ میں ویلنگٹن میں ہوں اور وہ نیوزی لینڈ کا دار الخلافہ ہے، تو یہاں پارلیمنٹ کے اسپیکر نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لیے مسلمان کو بلایا جائے اور تلاوت کرائی جائے اور دعا کرائی جائے، تو اُنھوں نے ہمارے مرکز کے صدر محترم طاہر نواز صاحب سے رابطہ کیا اور یہ تجویز اُن کے سامنے رکھی، اصل میں بلایا مرکز کے صدر کو تھا لیکن انھوں نے اسپیکر کو کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ ہمارے امام صاحب کو بلائیں تو وہ قرآن کریم کی تلاوت کریں گے اور میں انگریزی میں ترجمہ کر دوں گا، دوسرے یہ کہ ہمارے امام صاحب ایک معروف دینی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اگر میں اُن کی موجودگی میں تلاوت کروں گا تو مجھے اچھا نہیں لگے گا۔ اس مجوزہ طریقہ سے مسلمانوں میں اظہار یکجہتی ہو جائے گی۔ مقامی انتظامیہ کے فیصلہ کے بعد اسی دن فجر کے بعد مجھے اطلاع دی گئی کہ مجھے تلاوت کرنی ہے مجھے اُس وقت تک نہیں پتہ تھا، پھر اُس کے بعد آیتوں کا انتخاب اور اس کا ترجمہ کرنا، اور اُس کے ساتھ اسپیکر صاحب کی خصوصی استدعاء یہ تھی کہ میں اگر آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ پہلے آجاؤں تو یہ پارلیمنٹ کے لئے عزت افزائی ہوگی اور انھوں نے کہا تھا کہ وہ مجھے اپنے چیمبر میں بٹھا کے تبادلۂ خیال بھی کریں گے اور مجھے پارلیمنٹ میں لے جا کر روٹ کرائیں گے۔

پارلیمنٹ میں تمام مذاہب کے لوگ آئے ہوئے تھے، بہر حال تلاوت ہوئی اور اس سے ایک خیر سگالی اور یکجہتی کا پیغام ساری دنیا نے سنا، اگر چہ یہ واقعہ ایک بہت بڑی دہشت گردی تھی، اس بھیانک واقعہ کے نتیجہ میں پچاس قیمتی جانوں کی شہادت ہوگئی، شہادتیں تو بے شک ہوئیں لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ جو مسلمانوں کا گراف سازشی انداز میں جتنی تیزی سے گرنا شروع ہوا تھا، اس کے بعد سے ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کے

لئے ہوا کا رُخ تبدیل ہوگیا، اس واقعہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کو بہت وقار اور عزت ملی۔ بس اب اللہ تعالیٰ نے بتا دیا، وہی بات ہے کہ ایک پلان اور پروگرام انسان بناتا ہے اور ایک پروگرام اللہ تعالیٰ بناتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ بناتا ہے اس میں کیا حکمت اور کیا مصلحت ہے کسی کو بھی نہیں پتہ، ہم ہر جمعہ دعا بھی کرتے ہیں ''اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ''۔

جس جمعہ کو یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا ہے میں حسب معمول اپنے مرکز میں جمعہ کی نماز پڑھا رہا تھا اور مجھے احساس ہو رہا تھا کہ لوگ کچھ غیر مطمئن ہیں کیوں کہ اُس دہشت گرد نے اپنی مووی بھی لائیو اسٹریم کی ہوئی تھی، جب میں نے سلام پھیرا تو ہمارے صدر نے آ کر اطلاع دی کہ کرائسٹ چرچ کی مسجد النور میں یہ حادثہ پیش آ گیا ہے، شہادتوں کی بھی اطلاع ہے، دعا کریں کہ یہ خبر غلط ہو۔ حملے کے ایک گھنٹے کے اندر اندر مسلح پولیس مسجد کے قریب آ گئی اور کہا کہ ہمیں حکم ہے کہ آپ مسجد کو تاحکمِ ثانی خالی کر دیں، کیوں کہ خدشات تھے کہ کہیں اور ایسا واقعہ پیش نہ آجائے۔ عصر کی نماز میں سارے مسلمان زار و قطار روتے رہے اور بڑی دعائیں کیں۔

مولانا نظام الحق نے مزید بتایا کہ اگلے دن وزیر اعظم صاحبہ ہمارے مرکز میں آئیں اور سب کو تسلی دی اور اتوار کو حادثے کی جگہ کرائسٹ چرچ گئیں اور وہاں شہداء کے خاندان سے مل کر اُنہیں بھی تسلی دی۔ ایک اور بات جو بڑی قابلِ ذکر ہے وہ یہ کہ وزیر اعظم نے پروٹوکول ڈریس کوڈ کا جو خیال رکھا برقع اور دوپٹہ اوڑھا اور پھر وہ مسلمان خواتین سے ملنے گئیں، اُس کے بعد نیوزی لینڈ کی خواتین میں اسکارف کا رجحان بڑھا اور ایک بوڑھی خاتون نے بتایا کہ میں نے جب مسلمانوں کے طرز پر ہیڈ اسکارف اوڑھا تو مجھے بہت سکون ملا۔ وزیر اعظم نے پوری قوم کی خواتین کو ہیڈ اسکارف اوڑھوایا۔ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے قوم سے خطاب کے دوران سب سے پہلے تو یہ کہا کہ یہ ایک ٹیررسٹ اٹیک ہے۔ مساجد کھلنے کے بعد سے اگلے جمعہ تک یہ پروگریس رہی کہ بڑی تعداد میں نیوزی لینڈرز آرہے تھے اور مَنوں کے حساب سے اُنہوں نے پھولوں کے انبار لگا دیے، اگلے جمعہ ہر نیوزی لینڈر نے اپنے کام کو چھوڑا، مسلمانوں کی دل جوئی کے لئے وہاں پہنچا، ایک غیر مسلم ریسٹورنٹ والے نے حلال کھانا پکا کر سب میں تقسیم کیا۔ جمعہ کے دن کی ایک اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ نیوزی لینڈ میں ہمارے مرکز کلبرنی کے لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ لوگ بے فکر ہو کر نماز ادا کریں اور ہم

آپ کی حفاظت کے لیے ہاتھوں کی زنجیر بنائیں گے، اب آئے کوئی گولی چلانے تو پہلے ہمارے سینے پہ گولی چلائے۔

انھوں نے ایک دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ پارلیمنٹ میں تمام مذاہب کے لوگوں نے کہا تھا کہ ہم جمعہ کو آپ کے پاس آئیں گے تو بڑی تعداد میں لوگ آئے اور ہم نے انتظامیہ سے اجازت لے کر اسپیکرز لگوائے اور اُن لوگوں نے میرا خطبہ بڑے تحمل سے سنا، خطبے کے لیے میں نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے گائیڈنس لی تھی، پڑوسیوں کے حقوق اور غیر مسلموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے، جب ایک ملک میں رہتے ہوں اور حالتِ جنگ میں نہ ہوں، اور کھلے الفاظ میں مَیں نے یہ کہا کہ اسلام امن کا پیغام دیتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اگر دیکھی جائے تو وہ ساری کی ساری اس سے بھری ہوئی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ آپ کا کیا سلوک رہا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بار ہا مجھے تلقین کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا کہ شاید پڑوسی کا وراثت میں بھی حصہ نہ ہو جائے۔ تو خیر بہت کم وقت میں بہت جامع اور پورا بیان اور پیغام اُنہیں مل گیا، اور الحمدللہ جمعہ کے بعد بہت سے غیر مسلم آئے اور مسلمان ہوئے، ایک عجیب سماں تھا، لوگ اس طرح آرہے تھے جیسے ایک پوری گائیڈنس اُنہیں مل چکی ہو اور لوگ نہ صرف مسلمان ہو کر چلے گئے بلکہ باقاعدہ نماز پڑھنے بھی آرہے ہیں اور اپنے دیگر اعمال بھی کر رہے ہیں۔

پرائم منسٹر صاحبہ نے جو رویہ اپنایا اس سے تمام مسلمانوں میں مثبت پیغام پہنچا اور پوری دنیا میں اُن کو ہیرو مانا گیا، نوبل پرائز کے لیے تجویز رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جس سے جو کام لینا ہوتا ہے وہ لے لیتا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم۔

امریکا کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعے اور اس نیوزی لینڈ کے واقعہ میں کیا فرق ہے ؟ اس سوال پر مولانا نے کہا کہ ۱۱ ستمبر کو جو حادثہ ہوا تھا بہر حال وہ ایک سازش تھی مگر ان پچاس افراد کی شہادت کے بعد جو مسلمانوں کی قدر اور عزت میں اضافہ ہوا اور محبت ملی وہ مسلمانوں کے گراف کو گرانے کی سازش کی ناکامی کی صورت میں سامنے آرہی ہے۔ پہلے مغرب اور آسٹریلیا کے لوگ مسلمانوں کو دیکھ کر جیسے آنکھیں چرا لیتے تھے اب مسلمانوں کو دیکھ کر اور اُن سے مل کر بہت خوش ہوتے ہیں، اب جیسے اُنہوں نے یہ مان لیا ہے کہ ہم نے اِن کو غلط سمجھا

اور مَیں نے یہاں تک بھی سنا کہ میڈیا کا مسلمان الگ ہے اور اصل مسلمان الگ ہے۔ اس واقعہ سے مساجد میں نمازیوں کی تعداد میں کوئی فرق نہیں آیا، ایک آدھ فیملی نے تو یہ کہا کہ ہم سوچ رہے تھے کہ یہاں رہا جائے یا نہ رہا جائے لیکن وزیراعظم کے رویے اور بیانات سے مسلمانوں کے تمام تر تحفظات دور ہوگئے ہیں۔

متاثرین کی امداد کے سوال پر مولانا نظام الحق نے وضاحت کی، متاثرین کے لیے ساری دنیا میں امداد اکٹھی کی گئی اور اُس کی تقسیم بھی شروع کر دی گئی ہے، سرکاری سطح پر کرائسٹ چرچ کے متاثرین کی امداد کے (victim support) حکومتی ادارہ میں ایک ورک شاپ منعقد ہوئی۔ جس میں 10 فیصد مسلمان ہیں، ۹۰ فیصد غیر مسلم ہیں جنہیں بتانا ہے کہ اسلامی تعلیمات اور تقاضے کیا کیا ہیں، اس ورکشاپ میں مَیں بھی شریک تھا اور سب اسکالرز نے متاثرین کی ضروریات سے آگاہ کیا جس کے بعد اُنہوں نے سوالات کیے اور اُن کے سامنے واضح تصویر پیش کی گئی، اسلامی وراثت کا قانون بھی بتا دیا گیا ہے، یہاں تک بھی کہا کہ اگر کوئی عورت مسلمان مرد سے ہاتھ ملائے گی اور مسلمان مرد ہاتھ نہ ملائے تو اُس کا برا نہ مانے، کیوں اس لیے کہ ہمارا دین یہ کہتا ہے کہ عورتوں سے ہاتھ نہیں ملا سکتے، یہ ہمارے دین کا تقاضا ہے اور اُن سے کہا کہ اگر آپ شہداء کے گھر جائیں تو خواتین کو ساتھ لے جائیں تا کہ وہ خواتین سے بات کر سکیں، اور ایسے لباس میں جائیں جس سے گھر میں بلاتے ہوئے عار محسوس نہ ہو، پرائم منسٹر صاحبہ نے کہا ہے کہ جو تنخواہیں شہداء کو مل رہیں تھیں اُس کا ۸۵ فیصد اُن کے لواحقین کو تاحیات ملے گا، اللہ تعالیٰ ان کو دین کی روشنی سے روشناس کردے۔ سچی بات یہ ہے کہ اِن لوگوں نے متاثرین کے لیے بہت کام کیا ہے۔

آخر میں بتایا کہ یہاں مسلمان بزنس مین، انجینئر، آئی ٹی، ڈاکٹرز گویا ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے موجود ہیں، سب الحمدللہ خوشحال ہیں، کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے، یہاں مسلمانوں کی ایک مرکزی تنظیم ہے ''فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشن آف نیوزی لینڈ'' یہ کہلاتی ہے ''فیانز'' (FIANZ)، اس کے علاوہ علاقائی مراکز بھی ہیں جیسے ہماری ایسوسی ایشن ''ایمان'' کے نام سے ہے (انٹرنیشنل مسلمز ایسوسی ایشن آف نیوزی لینڈ) یہ پچاس سال پرانی ایسوسی ایشن ہے، اس کو مرکزی حیثیت اس لیے حاصل ہے کہ یہ کیپیٹل میں ہے اور کیپیٹل کا سب سے بڑا مرکز ہے یہاں باہر کے وفود بھی آتے ہیں، مَیں یہاں چھ، سات مہینے سے ہوں، اسی طرح مسجد النور کی ''مسلم ایسوسی ایشن آف کینٹ بری'' ہے۔

☆☆☆

جناب امیر الدین صاحب
کوآرڈینیٹر حرا انسٹی ٹیوٹ شعبہ جامعہ دار العلوم کراچی

حرا انسٹیٹیوٹ آف ایمر جنگ سائنسز کے تحت ایک تربیتی سیمینار

مورخہ ۷/شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ، مطابق ۱۳/اپریل ۲۰۱۹ء سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی زیر سرپرستی مرحلہ عالیہ کے طلباء، علماء کرام، متخصصین، مدرسین اور رفقاء دارالافتاء کے لئے ۲۰/روزہ دورہ برائے **المعايير الشريعة هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية** شروع ہوا۔ اس دورہ میں الحمد للہ نہ صرف پاکستان کے مختلف شہروں کے ۵۰/ سے زائد ممتاز مدارس کے مرحلہ عالیہ کے طلباء، علماء کرام، مدرسین اور رفیق دارالافتاء شریک ہوئے بلکہ بیرونِ پاکستان کے علماء کرام بھی صرف اس دورہ میں شرکت کرنے کے لئے جامعہ دار العلوم کراچی، پاکستان تشریف لائے۔ یہ دورہ پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا دورہ تھا، اس دورہ میں شریک بیرونِ شہر اور بیرونِ ممالک سے تشریف لانے والے تمام شرکاء کی رہائش اور طعام کا انتظام بھی جامعہ دار العلوم کراچی کے ہاسٹل اور مطعم میں کیا گیا۔

یہ دورہ محترم جناب ڈاکٹر مفتی محمد عمران اشرف عثمانی صاحب زید مجدہ (ناظم حرا فاونڈیشن اسکول، حرا انسٹیٹیوٹ آف ایمر جنگ سائنسز و مرکز الاقتصاد الاسلامی) اور محترم جناب مفتی محمد نجیب خان صاحب حفظہ اللہ (پرنسپل حرا فاونڈیشن اسکول و حرا انسٹیٹیوٹ آف ایمر جنگ سائنسز) کی زیر نگرانی حرا فاونڈیشن اسکول (بوائز کیمپس) میں منعقد کیا گیا اور اس دورہ کے نظم ونسق اور انتظامی امور کی ذمہ داری ناچیز کے سپرد کی گئی۔ اس دورہ میں ۱۸۰/ سے زائد علماء کرام و مفتیانِ کرام نے شرکت فرمائی۔

دورہ **المعايير الشريعة هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية** میں اسلامی بینکاری میں رائج بین الاقوامی قوانین میں سے ۲۰/منتخب قوانین پاکستان کے ممتاز اور نامور اساتذہ کرام نے پڑھائے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔محترم جناب ڈاکٹر مفتی محمد زبیر اشرف عثمانی صاحب ۲۔محترم جناب مفتی محب الحق صاحب

۳۔محترم جناب ڈاکٹر مفتی ارشاد احمد اعجاز صاحب ۴۔محترم جناب مفتی ابراہیم عیسیٰ صاحب

۵۔محترم جناب ڈاکٹر مفتی خلیل احمد اعظمی صاحب ۶۔محترم جناب مفتی بلال احمد قاضی صاحب

۷۔محترم جناب ڈاکٹر مفتی اعجاز احمد صمدانی صاحب ۸۔محترم جناب مفتی اویس احمد قاضی صاحب

۹۔محترم جناب مفتی محمد حسان کلیم صاحب ۱۰۔محترم جناب مفتی محمد نوید عالم صاحب

۱۱۔محترم جناب مفتی محمد نجیب خان صاحب ۱۲۔محترم جناب مفتی سلطان محمود صاحب

۱۳۔محترم جناب مفتی یحییٰ عاصم صاحب ۱۴۔محترم جناب مفتی محمد شاکر جکھورا صاحب

دورے کے دوران طلباء کو جہاں تمام اساتذۂ کرام کے تجربہ سے سیکھنے کا موقع ملا وہیں جامعہ میں رہائش پزیر شرکاء کو دو بار شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے ساتھ ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا، اس دوران حضرت نے شرکاء کو انتہائی قیمتی باتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔

مورخہ ۲۹ر اپریل ۲۰۱۹ء کو منتظمینِ کورس کی خصوصی درخواست پر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور ڈاکٹر مفتی محمد عمران اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم قبل از نماز ظہر شرکاء سے ملنے حرا فاونڈیشن تشریف لائے اور شرکاء سے خطاب فرمایا، اس خطاب میں حضرت شیخ الاسلام صاحب مدظلہم نے دورہ معاییر اور پڑھائے جانے والے قوانین کی ضرورت، اہمیت اور افادیت بیان فرمائی اور آخر میں دُعا فرمائی۔

دورہ کا اختتام ۲۸ر شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ مطابق ۴ر مئی ۲۰۱۹ء کو بعد نماز ظہر شرکاء میں تقسیم اسناد کے ساتھ ہوا، اس تقریب میں دورۂ معاییر کے تمام اساتذۂ کرام نے بھی شرکت فرمائی۔ تقسیم اسناد کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر مفتی محمد عمران اشرف عثمانی صاحب نے حرا انسٹیٹیوٹ آف ایمر جنگ سائنسز کے قیام کا مقصد بیان فرمایا، ڈاکٹر مفتی عمران اشرف عثمانی صاحب نے شرکاء کو بتایا کہ:

> حرا انسٹیٹیوٹ آف ایمر جنگ سائنسز (HIES) کا ادارہ بتاریخ ۲۷ر صفر ۱۴۳۷ھ کو مفتی اعظم پاکستان رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور شیخ الاسلام حضرت نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی مشاورت سے تشکیل دیا گیا۔
>
> اس کا مقصد شعبہ درسِ نظامی کے طلبہ کو مختلف علوم وفنون اور امتحانات کی تیاری کے

مختلف کورسز کے ساتھ ساتھ فضلاء مدارس کے لئے دیگر مفید کورسز مثلاً فقہ المعاملات اور حلال آگہی کے کورسز کا اجراء کرنا ہے اور اسی طرح مدارس اور دیگر طلباء کے لئے گیارہویں اور بارہویں جماعت برائے کامرس، آرٹس اور سائنس شروع کرنا ہے تاکہ طلباء و طالبات عصری تعلیم ان کے معیار اور ضرورت کے مطابق جامعہ دارالعلوم کراچی کے پُرسکون اور محفوظ ماحول میں حاصل کرسکیں۔حالیہ منعقدہ معاییر کورس بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس کے علاوہ حرا انسٹیٹیوٹ میں سہ ماہی، ششماہی اور ایک سال کے دورانیہ پر مشتمل دیگر کورسز بھی کرائے جارہے ہیں جن سے الحمدللہ فضلاء مدارس اور دیگر کالج و یونیورسٹیز کے طلباء وطالبات مستفید ہورہے ہیں۔

آخر میں آنجناب نے ادارے کی ترقی اور ادارے کے تمام کارکنان کے لئے دعا فرمائی۔

اسناد کی تقسیم

اس کورس کے شرکاء کو ان کے اساتذۂ کرام ڈاکٹر مفتی محمد عمران اشرف عثمانی صاحب، ڈاکٹر مفتی خلیل احمد اعظمی صاحب، ڈاکٹر مفتی اعجاز احمد صمدانی صاحب، مفتی محمد نجیب خان صاحب، مفتی محب الحق صاحب، مفتی ابراہیم عیسیٰ صاحب اور مفتی محمد شاکر جکھورا صاحب کے مبارک ہاتھوں سے اسناد دلوائی گئیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس دورے میں شریک تمام حضرات کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے اور انہیں امت کی صلاح اور فلاح کا ذریعہ بنائے اور دورہ کے منتظمین کو اپنی شان کے مطابق اجرعظیم عطا فرمائے اور تاحیات دین اسلام کی خدمت پر قائم ودائم رکھے۔آمین یارب العلمین.

☆☆☆

مولانا اسماعیل ریحان صاحب

صبا پھر جانب بطحا سے آئی

حضرت شیخ الاسلام کے قاتلانہ حملے سے معجزانہ طور پر محفوظ رہنے پر راقم کے منظوم تأثرات

صبا پھر جانبِ بطحا سے آئی
پیامِ دلربا فرحت کا لائی

بچایا رب نے حق کے سائباں کو
مبارک ہو مبارک کُل جہاں کو

ہوا خائب مسلمانوں کا دشمن
رہا محفوظ اشرف کا نشیمن

اَنس کی ہے دعا کتنی مجرب
تو کتنا مہرباں ہے ہم پہ یارب

ہوئے قربان جو اپنے مقتدا پر
ہو رحمت حق کی ان اہلِ وفا پر

نہیں بچوں کے سر پر ان کا سایا
مگر ہم کو یتیمی سے بچایا

حبیبِ خلق رکھ اس کو خدایا
نہ کی زخموں کی اپنے جس نے پروا

کریما حد نہیں تیرے کرم کی
حفاظت تو نے کی اپنے تقی کی

مسرت سے بہے اشکِ مسلسل
وہ چہرہ پھر دکھے گا آج یا کل

تشکر ہے مدینہ تا کراچی
ملی ہے زندگی ہم کو نئی سی

کہے کچھ اور کیا آشفتہ سائرؔ!
کرامت ان کی ہے یہ کتنی ظاہر

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں............................(ادارہ)

سوال: میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک تخت پر لٹایا جائے، اور اس کے حصۂ ستر پر ایک کپڑا ڈال کر جسم کے باقی کپڑے نکال دیئے جائیں، پھر اولاً اس کو استنجاء کرایا جائے اس کے بعد کلی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کرایا جائے، اس کے بعد پورے جسم پر پانی بہادیا جائے، پانی یا تو بیری کے پتوں میں پکا کر گرم کیا ہوا ہو یا صفائی کی کوئی اور چیز استعمال کی جائے، نیز سر اور داڑھی کو خاص طور پر سے صابن سے دھویا جائے، پھر اس کو بائیں کروٹ لٹا کر اس طرح پانی ڈالا جائے کہ دوسری جانب نچلے حصے تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے، اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کردیا جائے اور پیٹ کو آہستہ آہستہ ہاتھ سے دبایا جائے، اگر کچھ نجاست نکلے تو اس نجاست کو دھودینا کافی ہے دوبارہ غسل اور وضو کی ضرورت نہیں، اخیر میں جسم کو تولیہ سے پونچھ دیا جائے، اور کفن پہنادیا جائے، سر اور داڑھی میں خوشبو لگادی جائے، اور اعضاء سجدہ پر کافورمل دیا جائے، سر اور داڑھی میں کنگھا کرنے کی ضرورت نہیں، نیز ناخن اور بال بھی نہ کاٹے جائیں۔ (ماخذہ: فتاوی دارالعلوم دیوبند۔ ۱۸۱/۵، بتصرف) صحیح بخاری (۱:۱۵۲)

سوال: بیوی فوت ہوجائے تو کیا شوہر اُسے غسل دے سکتا ہے؟ شوہر فوت ہوجائے تو کیا بیوی اُسے غسل دے سکتی ہے؟

جواب: شوہر بیوی کی میت کو غسل نہیں دے سکتا، البتہ بیوی غسل دے سکتی ہے۔ (الدر المختار: (۲:۱۹۸)

سوال: کیا میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا ضروری ہے؟

جواب: میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا مستحب ہے، ضروری نہیں۔ سنن ابن ماجہ (۱:۴۷۰)

سوال : میں ایک فرم چلاتا ہوں جو نواحی علاقوں میں کلینک پر خواتین کے لئے کیلشیم ٹیسٹ فری (BMD) کر کے انہیں کیلشیم وٹامن فروخت کرتے ہیں۔ بہت سی حاملہ یا عمر رسیدہ خواتین میں کیلشیم کی بہت ہوتی ہے مگر وہ طویل عرصہ سال دو سال تک یہ خریدنے کی سکت نہیں رکھتیں۔

پاکستان کے 42% بچوں کی نشوونما کی کمی اسی وجہ سے ہے۔ جسمانی تکالیف اور فریکچر کے خطرات اس کے علاوہ ہیں۔ کیا ہم دوسروں سے امدادی رقم لے کر صحیح ضرورت مند کو مطلوبہ مدت سال یا چھ ماہ فری ہوم ڈیلیوری سے کیلشیم ملٹی وٹامن دیں تو:

۱۔۔۔کیا اس طریقے سے منافع لینا ہمارے لئے جائز ہوگا۔

۲۔۔۔کیا ہم اللہ سے ثواب کی امید رکھ سکتے ہیں۔

رقم دینے والوں کو ان کی رقم کا پورا حساب دیا جاسکتا ہے کہ کس کو کیا دیا گیا۔ امداد کی تصدیق کے لئے وصول کرنے کا نمبر اور کوریئر کی رسید وغیرہ ہم دکھا سکتے ہیں۔

جواب : اس صورت میں آپ کے ادارے کا غریب اور نادار لوگوں کو طبی سہولیات فراہم کرنا اور ضرورت مندوں کو ان کی ضرورت کے مطابق ادویات فراہم کرنا جائز اور نیک کام ہے، اور اس مقصد کے لئے اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ تعاون کرے تو یہ بھی جائز اور باعث اجر وثواب ہے، تاہم یہ تعاون عام چندہ یعنی عطیات اور صدقات نافلہ سے ہونا چاہیے، اس طرح آپ اپنے پاس جمع ہونے والے فنڈ سے عام بازاری قیمت سے کم مگر کچھ نفع کے ساتھ ادویات مریضوں کو فراہم کرسکتے ہیں، اور اس میں ثواب کی نیت بھی کی جاسکتی ہے۔

تاہم اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی رقم سے تعاون کرے تو چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق زکوٰۃ شخص کو عملاً مالک بنا کر دینا ضروری ہے، اس لئے اگر کوئی مستحق زکوٰۃ شخص آپ سے ادویات لینا چاہے تو مستحق زکوٰۃ شخص کی طرف سے اس کا وکیل بن کر زکوٰۃ کی رقم وصول کرے اور پھر وہ رقم اس کی دوائیوں میں خرچ کی جائے، یا پہلے زکوٰۃ کی رقم مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا کر دیدی جائے، اور پھر اس کو ادویات قیمۃً فروخت کی جائیں۔ اس طرح زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی، اور مستحق زکوٰۃ ضرورت مند شخص کو ادویات بھی فراہم ہوجائیں گی۔ الدر المختار (۳۴۵:۲)

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

اسفارنائب رئیس الجامعہ دامت برکاتہم: ۵رشوال ۱۴۴۰ھ بروز اتوار نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم آج مختلف ممالک میں منعقدہ اہم اجلاس اور بعض اہم ملاقاتوں کے لئے طویل غیر ملکی سفر پر روانہ ہوگئے۔ان اسفار سے آپ کی واپسی بروز جمعرات ۲۳رشوال تک متوقع ہے، اللہ تعالیٰ بخیروعافیت یہ سفر پورا کرادیں۔آمین (اس کی تفصیلات آئندہ شامل اشاعت ہوں گی)

داخلہ کارروائی کا آغاز: حسب ہدایت رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی مدظلہم جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ درس نظامی وتخصصات میں نئے تعلیمی سال کے داخلوں کی کاروائی کا سلسلہ بروز بدھ بتاریخ ۸رشوال ۱۴۴۰ھ سے شروع کردیا گیا۔

درجات حفظ میں تعلیم کا آغاز: درجات حفظ وناظرہ میں سالانہ تعطیلات کے اختتام کے بعد تعلیم کا آغاز بفضلہ تعالیٰ ۱۶رشوال ۱۴۴۰ھ سے کردیا گیا۔

شعبہ درس نظامی میں تعلیم کا آغاز: شعبہ درس نظامی میں تعلیم کا آغاز بروز پیر بتاریخ ۲۰رشوال ۱۴۴۰ھ کو جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی میں بخاری شریف کے درس سے کیا گیا۔

حسب معمول یہ افتتاحی درس، رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے دیا اور طلبہ کو حدیث رحمۃ مسلسل بالاولیۃ پڑھ کر دورۂ حدیث اور عالمیہ سال اول کے تمام طلبہ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی اوراس کی تشریح کے ذیل میں فرمایا کہ ہمارے دینی طالب علم کا پہلا سبق یہی ہے کہ وہ تمام انسانوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے۔بعدازاں طالب علم نے مکمل سند پڑھ کر بخاری شریف کی پہلی روایت پڑھی اور حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے اس کی مختصر تشریح فرمائی۔اپنے درس میں حضرت مدظلہم نے اخلاص نیت کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا اوراپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنانے کی تلقین فرمائی۔

جامعہ کے مدرسۃ البنات کے شعبہ درس نظامی میں بھی یہ درس لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سنا جارہا تھا۔

حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے دورۂ حدیث اور عالیہ سال اول کی طالبات کو بھی اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

مجلس عاملہ وفاق المدارس کا اجلاس: بروز جمعرات بتاریخ ۲۳؍شوال ۱۴۴۰ھ کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس، جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں منعقد ہوا، جس میں نائب صدر وفاق، رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم تشریف لے گئے نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی جنہیں اجلاس میں شرکت کی خصوصی دعوت دی گئی تھی اپنا طویل بیرونِ ملک سفر مختصر فرما کر شب جمعرات کو واپس تشریف لائے اور اگلے دن صبح کو اس اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔

حسب معمول وفاق کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔نائب صدر اول حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہم سمیت دیگر اراکین عاملہ تشریف لاکر شریک اجلاس ہوئے اللہ تعالیٰ اس مشاورت اوراس کے فیصلوں میں خیر وبرکت فرمائیں۔آمین۔

اسفار رئیس الجامعہ دامت برکاتہم: ۲۵؍شوال ۱۴۴۰ھ / مطابق ۲۸؍جون ۲۰۱۹ء: بروز جمعہ رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کراچی سے لاہور تشریف لے جائیں گے، وہاں سے اگلے روز حضرت والا مدظلہم جامعہ دارالعلوم کراچی کے فاضل جناب مولانا حکمت اللہ صاحب کی دعوت پر تاشقند (ازبکستان) تشریف لے جائیں گے۔ جہاں ان شاء اللہ مختلف اجتماعات سے حضرت والا مدظلہم خطاب فرمائیں گے اور متعدد علمی واصلاحی مجالس میں بیان فرمائیں گے۔

اس سفر سے آپ کی واپسی بروز ہفتہ ۹؍ذیقعدہ ۱۴۴۰ھ / مطابق ۱۳؍جولائی ۲۰۱۹ء کو متوقع ہے۔آپ کے صاحبزادے استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی، مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی صاحب حفظہ اللہ اور دیگر اہل خانہ بھی شریکِ سفر ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کا یہ سفر بخیر وعافیت مکمل کروائیں اور آپ کے علمی وروحانی فیوض سے مسلمانوں کو استفادہ کی توفیق بخشیں۔آمین۔

دعائے مغفرت: جامعہ دارالعلوم کراچی کے شفا خانہ کے کارکن (ڈسپنسر) جناب شمیم صاحب کے

والد ماجد جناب عبدالغفار صاحب جو کافی عرصہ سے علیل تھے بروز منگل ۱۴؍شوال کو انتقال فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کی شاخ نانک واڑہ کے شعبۂ حفظ وناظرہ کے بزرگ اور قدیم استاد جناب قاری ریاض الحق صاحب شب جمعہ ۱۶؍شوال ۱۴۴۰ھ کو رحلت فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ذیابیطس کے مریض تھے، جمعرات کو تعطیلات کے بعد شعبۂ حفظ میں پہلا تعلیمی دن تھا اس میں جامعہ تشریف لائے شام کو طبیعت ناساز ہوگئی تو ہسپتال لیجایا گیا مغرب کے بعد انتقال فرماگئے، نماز جمعہ کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی اقتداء میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جامعہ کے جدید قبرستان میں ان کی تدفین کی گئی، اللہ تعالیٰ قاری صاحب مرحوم کی قرآنی خدمت کو شرف قبول عطافرمائیں اور کامل مغفرت فرماکر درجات عالیہ سے نوازیں، تمام لواحقین وپسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازیں۔ آمین۔

دورۂ حدیث کے ایک جدید طالب علم محمد یوسف قلعہ سیف اللہ کے والد ماجد ۲۰؍شوال ۱۴۴۰ھ کو انتقال فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ مسجد دارالعلوم کراچی کے ساؤنڈ آپریٹر جناب ظہیر احمد صاحب کے والد ماجد جناب خورشید صاحب ۲۱؍شوال بروز منگل کو انتقال فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ دارالعلوم کراچی کے سابق نگران مکاتب جناب قاری اسلم حسین صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ گذشتہ دنوں انتقال فرماگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی کامل مغفرت فرمائیں اور درجات عالیہ سے نوازیں اور تمام پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... فیضِ حسن واشرف

حالات وسوانح .... حضرت مولانا الحاج شاہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتالیف .... حضرت مولانا نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

معاونت .... حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی صاحب، محترم ارباب محمد فرید صاحب

طبع جدید زیر اہتمام...... حافظ محمد داؤد فقیر صاحب وجناب محمد فقیر صاحب

ضخامت .... ۳۰۲ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت =/۴۰۰ روپے

ناشر .... دار التصنیف جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ جامع مسجد درویش پشاور

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ ارشد تھے، ۱۹۱۱ء میں ولادت اور ۱۹۹۱ء میں وفات ہوئی، حضرت مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ شروع سے نہایت رقیق القلب تھے، دین کی باتوں کے دوران آپ پر اکثر گریہ طاری ہوجاتا تھا۔ اس لئے آپ "بکاء" کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔ چونکہ حضرت کی یہ حالت آپ کی حقیقی باطنی کیفیت کی آئینہ دار تھی اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سے کوئی گرانی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب قدس سرہ کے حالات بہت ہی عجیب وغریب ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں حضرت کے حالات وسوانح بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، یہ کتاب پہلے ۱۴۱۱ھ (۱۹۹۰ء) میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں طبع ہوئی تھی۔ اس کی تریب میں متعدد حضرات نے

حصہ لیا تھا۔ کافی عرصہ گذرنے کے بعد یہ کتاب نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی اس لئے اب یہ کمپوزنگ کے ساتھ دوبارہ شائع کی گئی ہے، کتاب میں ذیلی عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے، آخر میں ضمیمہ بھی شامل کیا گیا ہے جس میں حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق علماء کرام ودیگر متعلقین کی تحریریں بھی درج ہیں۔

سات ابواب پر مشتمل یہ سوانح صاحب سوانح کے تمام حالات کو جامع ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے مکاتیب، ملفوظات، بعض اخلاق رذیلہ کی تشریح، ان کا علاج اور بعض اخلاق حسنہ کی وضاحت اور ان کی تحصیل کے طریقے بھی کتاب کا حصہ ہیں۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے، اس لئے باذوق قارئین کے لئے اس کا مطالعہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ بعض جگہوں پر زبان اور کمپوزنگ کی اغلاط بھی ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔۔(ابومعاذ)

نام کتاب .... فیضانِ حقانی

رشحات قلم .... مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب

ضخامت .... ۶۲ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: درج نہیں

ناشر .... القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ خالق آباد، نوشہرہ۔ کے پی کے

جناب مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور سابق استاذ ہیں۔ معروف عالم دین اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ تقریباً سترہ سال سے ماہنامہ آبِ حیات لاہور ان کی ادارت میں شائع ہورہا ہے۔

مولانا موصوف نقد وتبصرہ کی بھی اچھی صلاحیت رکھتے ہیں، آپ نے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہم کی تصنیفات پر بھی مفید تبصرے کئے ہیں، مذکورہ کتاب میں وہ تمام تبصرے حروف تہجی کی ترتیب سے شائع کردیئے گئے ہیں، دیگر علماء کی کتابوں پر کئے گئے چند تبصرے بھی کتاب میں شامل ہیں۔ شرح صحیح مسلم کی دس جلدوں اور مقدمہ شرح مسلم پر الگ الگ تبصرے بطور خاص قابلِ ذکر ہیں، کتاب کے آخر میں مولانا حدوٹی صاحب کی تصنیفات کی فہرست بھی دے دی گئی ہے، اردو کے اعتبار سے کتاب کا مواد عمدہ ہے۔ نقد وتبصرہ کی صلاحیت حاصل کرنے میں یہ کتاب بھی ان شاء اللہ بہترین معاون ثابت ہوگی۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... امت کے باہمی اختلافات اوران کا حل

افادات .... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت .... ۶۲ صفحات، عمدہ طباعت، قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبۃ الایمان کراچی۔0332-3552382

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایسی جامع تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر موضوع پر مؤثر وعظ کے لئے آپ کو خاص توفیق سے نوازا تھا۔یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات میں ہر طبقۂ فکر کے مسائل سے متعلق ایسا وافر مواد مل جاتا ہے جس سے اُسے خوب رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

جناب مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب مدظلہم کو ماشاء اللہ یہ مفید ذوق عطا ہوا ہے کہ وہ مختلف موضوعات پر الگ الگ عنوانات سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وتصنیفات سے منتخب افادات جمع کرتے رہتے ہیں۔زیرِ نظر کتاب میں مفتی صاحب موصوف نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات سے ایسے اقتباسات عمدہ ترتیب کے ساتھ جمع کئے ہیں جن کا مطالعہ کرنے سے مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔اس کتاب کے نو ابواب کی اجمالی فہرست پر ہی نظر ڈال لی جائے تو اس سے اس کے مندرجات کی نافعیت کا اندازہ ہوجاتا ہے:

اتحاد واتفاق سے متعلق آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ، اتحاد واتفاق کی اہمیت وضرورت، اتحاد واتفاق کے مختلف اسباب، اختلاف اور نااتفاقی کے اسباب جن سے بچنا ضروری ہے ، اتحاد واتفاق کے باطنی اسباب، اتحاد واتفاق کے حدود، اختلاف کے حدود وآداب ، اختلاف ختم کیجئے اور مرنے کی تیاری کیجئے ، مخالفین ومعترضین کے جواب میں۔

یہ اس موضوع سے متعلق بہت مفید اور جاندار کتاب ہے، خلوص دل کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے تو آپس کی ناچاقیاں ختم ہوسکتی ہیں۔امید ہے کہ تمام قارئین اسی جذبے کے تحت کتاب سے ضرور فائدہ اٹھانے کی کوشش فرمائیں گے۔(ابومعاذ)

☆☆☆